<"xml encoding="UTF-8?>

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

مقدمہ:

مختصر سوانح حیات :
اہل سنت کے علما کی نظر میں امامؑ کی شخصیت ۔

پہلی فصل :

امام کی شخصیت کے مختلف پہلو :
آپ کی شخصیت کا ذاتی پہلو :
عبادت اور اطاعت پروردگار:
راز ونیاز ، دعا و مناجات :
خدمت خلق اور بے سہاروں کا سہارابننا۔
عفو درگزر:
کسب حلال:
امام کا علمی مقام :
کرامات:
دوسری فصل : امام کی شخصیت کے اجتماعی پہلو :
کلامی اور اعتقادی موقف:
امام کا سیاسی طرز عمل :
عظمت سادات کے دفاع میں امام موسی کاظمؑ کا کردار :
اپنے پیرو اور چاھنے والوں کی حفاظت کا بندو بست:
آل رسول کا یہ روشن ستارا کیسے غروب ہوا :
جرم چھپانے کی ناکام کوشش :
تیسری فصل : اہل علم حضرات سے چند علمی باتیں :
امت میں فتنہ اندازی کا الزام کن پر لگنا چاہے ؟
کیا اولاد رسولؐ کے قاتلوں کو آپ کا جانشین کہا جاسکتا ہے ؟
امام موسی کاظمؑ اور اہل بیتؑ کے علمی وارث کو ن ؟
امام کے بعض نورانی فرامین :
فہرست منابع :

بسمہ تعالیٰ۔

مقدمہ:

کسی عظیم شخصیت سے اظہار عقیدت اور اس کی عظمت کا بیان انسانی معاشرے میں رائج چیزوں میں سے ایک ہے ۔ اس کی ایک بنیادی وجہ انسان کافضیلتوں اور کمالات سے فطری لگاؤ ہے ۔ انسان ہمیشہ کسی کامل اور برتر نمونے کی تلاش میں رہتے ہیں اور جہاں بھی پائے اسی کی مدحیت اور عظمت کی گیت گاتا ہے ۔لہذا انسان کسی نہ کسی شخصیت سے متاثر ہو کر اس سے اظہار عقیدت پر فخر کرتا ہوا نظر آتا ہے اور اسی سے انسان کی زندگی کے مختلف شعبوں میں کامل نمونوں کی صحیح شناخت اور پہچان کی اہمیت کا اندازہ ہوجا تاہے۔

مذہبی زندگی میں انسانوں کی کمال خواھی اور کمال دوستی کی فطری میلان سے غلط فائدہ اٹھانے کی داستانیں کچھ کم نہیں ، بعض لوگوں نے اپنے کو اللہ کے ولی اور کامل ترین انسان کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کے ذریعے بہت سے سادہ لوح انسانوں کے احساسات کو اپنی دنیوی مقاصد کے حصول کا وسیلہ بنایا، بعض نے فضیلت اور عظمت کی جعلی داستانوں کے ذریعے کسی کی شخصیت بنائی اور بہت سے لوگوں کو ان کے اصلی نمونے کی تلاش سے روک دیا ، بعض نے تو اپنے مقاصد کی حصول کے لئے اصلی اور کامل نمونوں سے لوگوں کو دور

رکھنے کو ہی اپنا مشن بنایا، یہاں تک کہ انہیں زندان میں ڈالنے اور ان کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا اور یوں ان سب نے ملکر انسانی قافلے کو ان کے اصلی قافلہ سالاروں سے محروم کر دیا ۔

جیساکہ اسلامی دنیا بھی اسی المیہ سے دوچار ہوئی اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے ۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کےحقیقی محافظوں ، وارثوں اور ان کے عملی نمونوں کی پہچان اور پہچنوانے کے عظیم فریضے پر عمل پیرا ہو نے کی کوششوں کو تیز کیا جائے ۔ تاکہ دین اور دینداری سے لگاؤ رکھنے والوں کے احساسات سے غلط فائدہ اٹھا کر ان کے سامنے اسلامی تعلیمات کے غلط نمونے پیش کر نے اور انہیں دینی پیشوائی کی مسند پر بٹھا نے والوں کے غلط روش کا تدارک کیا جاسکے۔

ہم نے اس مختصر تحریر میں ائمہ اہل بیتؑ میں سے امام موسیٰ کاظمؑ کی سوانح حیات اور ان کی فضیلت،سیرت اور تعلیمات کے چند پہلوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کی ہیں، امید ہے ہماری یہ کاوش ائمہ اہل بیتؑ کی نسبت سے اپنے فرائض کی ادائیگی کی راہ میں ایک ادنیٰ قدم ثابت ہو ۔

مختصر سوانح حیات :

امام موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ ، سُلالہ فاطمہؑ کا آسمان ولایت و امامت پر چمکے روشن ستاروں میں سے ایک ستارہ ہیں ۔

آپ کے والد گرامی امام صادق[1]ؑ اور آپ کے اجداد وہ عظیم ہستیاں ہیں کہ جن کی فضیلت اور علمی مقام کے سبھی معترف ہیں۔آپ کی والدہ حمیدہ بربرہ بھی ایک پاکیزہ خاتون تھی۔امام صادقؑ ان کے بارے میں فرماتے ہیں : حمیدہ برائیوں سے اس طرح پاک ہے جیسے تپایا ہوا سونا میل کچیل سے پاک ہوتا ہے[2]۔

امام موسی کاظمؑ 7 صفر 128 ھ کو مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقام ابواء میں پیدا ہوئے ۔ جناب حمیدہ نقل کرتی ہے کہ جب میرا یہ نور چشم دنیا میں آیا تو ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر آسمان کی طرف نظر کی اور اللہ کی تسبیح اور مدح کی اور پھر رسول اللہ پر درود و صلوٰۃ پڑھا ۔[3]

آپ کی کنیت ابو الحسن اور آپ کا مشہور لقب عبد صالح اور کاظم تھا ۔

آپ کے بہت سے اولاد تھے بعض نے تیس سے زیادہ اولاد ہونے کی تصریح کی ہے،ان میں سب سے زیادہ شہرت آپ کے بیٹوں میں امام رضاؑ[4] اور بیٹیوں میں معصومہ قم[5]کو حاصل ہے ۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد 148ہجری میں امامت کے فرائض کو انجام دینے کی ذمہ داری سنبھالی اور 183ہجری تک ہدایت اور دین کی نشر و اشاعت کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ آپ نے بنی عباس کے حکمرانوں میں سے منصور ، اس کا بیٹا مہدی عباسی ،ہادی عباسی اور پھر ہارون الرشید کا دور دیکھا ۔آپ 6 رجب 183 ہجری کو ۵۵ سال کی عمر میں ہارون الرشید کے زندان میں شہید ہوئے۔ آپ بغداد کے نذدیک کاظمین میں دفن ہیں ۔

اہل تشیع کے علماءکی نظر میں امامؑ کی شخصیت :

شیعہ امام موسیٰ کاظمؑ کو سلسلہ امامت کے ساتواں تاجدار اور رسول اللہ کے ان بارہ جانشینوں میں سے ایک مانتے ہیں کہ جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا تھا : میرے جانشینوں کی تعداد بارہ ہیں[6]لہذا اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ امام موسی کاظمؑ بھی انہیں جانشینوں میں سے ساتویں ہیں۔ جیساکہ آپ کے والد گرامی امام صادقؑ کے اصحاب میں سے منصور ابن حازم نے امام سے کہا : میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ، جب آپ دنیا سے جائیں گے تو ہمارا امام کون ہوگا؟ فرمایا : یہ آپ کا امام ہے اور اپنا ہاتھ امام موسیٰ کاظمؑ کے گندھے پر رکھا جبکہ آپ اس وقت پانچ سال کے تھے[7]. راوی کھتا ھے: ھم امام صادقؑ کے پاس تھے.

انھوں نے امام کاظم کو بلایا اور ھم سے فرمایا : اپنے اس ساتھی کو جان لو میرے بعد یھی تمھارا امام یھی ھوگا[8].

لہذا شیعوں کا اس پر اتفاق ہیں کہ آپ ہر جہت سے اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل اور آپ رسول اللہ کے علوم کے حقیقی وارث تھے۔ اسی لئے دوسرے آئمہ اہل بیتؑ کی طرح ان کے بارے میں بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کی سلسلہ سند ان تک پہنچ جائے تو مزید سلسلہ سند کے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں ۔

اہل سنت کے علما کی نظر میں امامؑ کی شخصیت ۔

امام موسیٰ کاظمؑ اسلامی دنیا کے ان عظیم شخصیتوں میں سے ہیں کہ جن کی عظمت کو سبھی مانتے ہیں ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں، ہم علما اہل سنت میں سے بعض کی باتوں کو یہاں نقل کرتے ہیں ۔

امام احمد حنبل ،ایک روایت کے بارے میں جسے امام رضاؑ اپنے والد گرامی امام موسی کاظمؑ اور اپنے اجداد کے توسط سے رسول اللہ سے نقل کرتے ہیں ، کہتے ہیں کہ اس سلسلہ سند کو اگر کسی پاگل پر بھی پھونکا جائے تو وہ ٹھیک ہوگا[9].

صاحب صواعق المحرقہ لکھتے ہیں :شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ کاظمؑ ہیں ،جنہیں اپنے معاندین و مخالفین کے سامنے تحمل و برد باری کا مظاہرہ کرنے اور دشمنوں کے مقابل غیض و غضب پی جانے کی بنا پر مسلمانوں اور خاص کر شیعوں نے کاظم کا لقب دیا ہے ۔[10]دوسری جگہ وہ کہتے ہیں : موسیٰ کاظمؑ اپنے والد صادقؑ کے علم و معرفت اور کمال و فضیلت میں وارث ہیں ۔عراق والے آپ کو باب الحوائج کہتے تھے.

.. آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار اور سب سے بڑے عالم اور سخی تھے۔[11]

ابن ابی الحدید آپ کے بارے میں لکھتے ہیں : آپ فقاہت ، دیانت ، عبادت اور حلم و صبر کا مجموعہ تھے [12]۔

شذرات الذہب میں ہے : آپ صالح ، عابد ، حلیم ، سخی اور عظیم الشان شخصیت کے مالک انسان تھے۔[13]

یافی لکھتے ہیں: آپ صالح ، عابد ،سخی اور حلیم تھے ۔[14]

تہذیب التہذیب میں ہے : موسیٰ بن جعفر اپنی عبادت اور سخت کوشی کی وجہ سے عبد صالح کہلائے جاتے تھے۔[15]

ابو حاتم کہتے ہیں : آپ ثقہ (قابل اعتماد) اور مسلمانوں کے اماموں میں سے ہیں۔ ابو حاتم کا بیٹا کہتا ہے : آپ سچے اور مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک ہیں [16]۔

علم رجال کے ماہر ذہبی کہتے ہیں : موسیٰ کاظمؑ حکماء میں سخی ترین اور خدا کے پرہیز گار بندوں میں سے تھے ۔ [17]

شیخ سید شبلنجي اہل علم کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

امام کاظمؑعظیم منزلت والے امام تھے ,آپ عراق والوں کے ہاں" باب الحوائج الی اللہ "کے نام سے مشہور تھے اور یہ شہرت ان کے توسل سے لوگوں کی حاجت پوری ہونے کی وجہ سے ہے.[18]

النجوم الزاهرة میں ہے : موسیٰ کاظمؑ کو عبد صالح کہا جاتا تھا ـ۔ آپ سید، عالم ،فاضل ،سخی اور مستجااب

الدعوة(ایسا شخص جس کی دعا رد نہیں ہوتی)تھے[19]۔

پہلی فصل :
امام کی شخصیت کے مختلف پہلو :

کسی بھی شخص کی شخصیت کو دوجہت سے پرکھا جاسکتا ہے۔ اس کی ذاتی خصوصیات (جیسے عبادت ، اللہ پر توکل، سخاوت، عفو در گذر)اس کی اجتماعی نوعیت کی خصوصیات جیسے کلامی ، فقہی اور سیاسی نظریات۔

آپ کی شخصیت کا ذاتی پہلو :
ہم اس مرحلے میں امام کی ذاتی خصوصیات میں سے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔تاکہ ہم ان کی سیرت اور تعلیمات کے مختلف شمعوں سے اپنی انفرادی ، فکری اور اجتماعی زندگی کو روشن کر سکے۔ ان خصوصیات پر بحث اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے معاشرے میں ولی اور اولیاء کی عزت و تکریم بہت زیادہ ہے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اللہ کے حقیقی اور کامل اولیاء کی پہچان اور شناخت حاصل کریں اور ان کی دینی خدمات اور سیرت و تعلیمات کومعاشرے میں روشناس کرائیں، تاکہ لوگ اولیاء اللہ سے محبت کے نتیجے میں دین اور دینی تعلیمات کی طرف راغب ہو ں اور اس ذہنیت کو معاشرے میں رائج ہونے سے بچایا جائے کہ ولی اللہ کا مطلب چند کرامات کی داستانیں بتانا اور دکھانا ہی ہو ۔(کرامات کی بحث میں اس سلسلے میں مذید گفتگو ہوگی)

عبادت اور اطاعت پروردگار:
اللہ کی عبادت و بندگی اور اطاعت، ائمہ اہل بیتؑ کی بنیادی ترین خصوصات میں سے ہے ،ائمہ اہل بیتؑ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ عبادت گذار اور اللہ کے سب سے زیادہ مطیع بندے تھے ۔

سب نے کہا ہے کہ اما م موسی کاظمؑ اپنی عبادت اور سخت کوشی کی وجہ سے عبد صالح کہلائے جاتے تھے۔[20]

جب آپ سندی بن شاہک کے زندان میں تھے تو سندی بن شاہک کی بہن نے کہا اس زندانی کی دیکھ بھال میرے حوالے کردو ، اس نے ایسا کیا ۔ وہ زندان میں امام کی حالات یوں بیان کرتی ہے : آپ اللہ کی حمد و ثنا کرتے ، ان سے راز و نیاز کرتے ، اسی حالت میں رات گذر جاتی ،نماز صبح کے بعد دعا اور اللہ کی حمد و ثنا کی حالت میں رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوتا اور آپ چاشت تک بیٹھ جاتے پھر تیار ی کرتے اور کھانا کھاتے اور زوال سے پہلےتھوڑی دیر آرام کرتے، پھر وضو کرتے اور نماز پڑھتے پھر قبلہ رخ کی حالت میں تسبیح اور ذکر میں مشغول رہتے یہاں تک کہ مغرب کی نماز پڑھتے امام کی یہ حالت دیکھ کر وہ کہتی تھی : اللہ ایسی قوم کو ذلیل کرے جو اس شخص کو اذیت و آزار پہنچاتی ہے[21].

ایک دفعہ ہارون الرشید نے اما م موسی کاظمؑ کو دھوکہ دینے اور بدنام کرنے کی غرض سے ایک خوبصورت کنیز کو زندان میں امام کے پاس بھیجا ، آپ نے ہارون کے نمائندہ سے فرمایا : مجھے کنیز کی ضرورت نہیں اور تم ہارون سے کہے :بل أنتم بهديتكم تفرحون۔(سورہنمل 36)’تم لوگ اپنے ہدیے پر خوش رہو ‘‘ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ،ہارون کا نمائندہ واپس چلا گیا. ہارون نے غصے میں کہا:اس کے پاس جاؤ اور کہو : میں نے تمہاری مرضی کے مطابق تمہیں زندان میں نہیں ڈالا ہے اور تمہاری مرضی سے ہم نے اس کو تیرے پاس نہیں بھیجا ہے,خادم اس کنیز کو زندان میں امام کے پاس چھوڑ کر چلا گیا ۔ہارون نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ چھپ کر اس کنیز کی حالت دیکھتا رہے اس نے دیکھا کہ وہ سجدے کی حالت میں ہی رہتی ہے اور کہتی ہے

.قدّوس، قدّوس سبحانک سبحانک ، جب ہارون کو یہ اطلاع دی تو اس نے کہا !:معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ نے اس کنیز پر بھی جادو کردیا ہے اس کو میرے پاس لے آو ۔جب وہ ہارون   کے پاس   پیش ہوئی اس نے کنیز سے کہا !یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا !جب میں اس کے پاس قید خانے گئی تو میں ان کے سامنے کھڑی ہوگئی مگر انہوں نے میری طرف توجہ نہ کی اور وہ دن رات نماز پڑھتے رہے۔ جب تسبیح و تقدیس سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا: اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں؟ انہوں نے کہا : مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا مجھے آپ کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا : ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ؟ پھر آپ نے مجھے ایک باغ کا منظر دکھا یا جس میں خوبصورت کنیزیں موجود تھیں ، یہ دیکھنے کے بعد میری حالت غیر ہوگئی اور میں سجدے میں گر پڑی۔ ہارون نے اسے ٹوکا اور لوگوں سے اس واقعے کی نشر   کرنے سے روکنے کے لئے اس کنیز کو زندان میں ڈال دیا اور وہ زندان میں اللہ کی عبادت کرتی رہی اور وہی اللہ کو پیارے ہوگئی[22]۔

لہذا اللہ سے عشق و محبت اور عبادت کا یہ حال تھا کہ زندان میں بھی بہت سے زندان بان اور آپ کے کنڑول پر مامور بہت سے لوگ ، آپ کی عبادت اور اللہ کی بندگی سے متاثر ہوئے اور آپؑ کے   قتل میں   ہاتھ ڈالنے کی جرات نہ کر سکے۔ اسی لئے آپؑ کو کئی زندانوں میں منتقل کیے گئے ۔ آپ زندان میں بھی   اللہ کا اس انداز میں شکرادا کرتے تھے کہ اے اللہ ! میں نے آپ سے آپ کی عبادت کے لئے فراغت چاہی تھی آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا[23]۔

راز ونیاز ، دعا و مناجات :

ائمہ اہل بیتؑ کی مشترکہ سیرت میں سے ایک اللہ کے حضور راز و نیاز اور دعا و مناجات سے ان کابے حد لگاو ہے ۔امام موسیٰ کاظمؑ اکثر سجدے کی حالت میں یہ دعا کیا کرتے تھے"

اللّٰهُمَّ إِنّی اَسْأَلُكَ الرَّاحَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسابِ""عَظُمَ الذَّنْبُ مِنْ عَبْدِكَ فَلْیَحْسُنِ الْعَفْوُ مِنْ عِنْدِكَ".

خدایا!میں تجھ   سے موت کے وقت آسانی اور حساب کے وقت بخشش و عفو کا طلب کار ہوں ، آپ کے بندے کا گناہ زیادہ ہے لیکن آپ اپنی بزرگی کےسے اسے بخش دیں۔ اورآپ خوف خدا سے اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہوجاتی[24]۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھیوں نے نقل کیا ہے کہ آپ مسجد نبوی میں داخل ہوئے ،رات کے شروع میں ایک سجدہ کیا ۔ آپؑ سجدے میں کہہ رہے تھے.

عظم الذنب عندي فليحسن العفومن عندك،ياأهل التقوى،ويأأهل المغفرة....

آپ اتنا اس کا تکرار کرتے رہے کہ صبح ہوگی[25]۔

امام موسی کاظمؑ سے منقول مشہور دعاؤں میں سے ایک ،دعا ”دعای جوشن صغیر“ہے ۔جو امام موسی کاظمؑ نے ہادی عباسی کی طرف سے قتل کی دھمکی ملنے کے بعد پڑھی ۔ اس دعا کو پڑھنے کے بعد آ پؑ نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا ،انہوں نے فرمایا: خدا تیرے دشمن کو ہلاک کر دے گا ۔ اور یہ دعا دشمن کے

شر سے محفوظ رہنے کے لئے پڑھی جانے والی بہترین دعاوں میں سے ہے اس دعا کے بعض جملے یہ ہیں :

اِلهي وكم مِنْ عَبْد اَمْسى وَاَصْبَحَ في ظُلُماتِ الْبِحارِ وَعَواصِفِ الرِّياحِ وَالاْهْوالِ وَالاْمْواجِ يَتَوَقَّعُ الغَرَقَ وَالْهَلاكَ لا يَقْدِرُ عَلى حيلَة اَوْ مُبْتَلىً بِصاعِقَة اَوْ هَدْم اَوْ حَرْق اَوْ شَرْق اَوْ خَسْف اَوْ مَسْخ اَوْ قَذْف وَاَنَا فى عافِيَة مِنْ ذلِكَ كُلِّهِ فَلَكَ الْحَمْدُ يا رَبِّ مِنْ مُقْتَدِر لا يُغْلَبُ وَذي اَناة لا يَعْجَلُ صَلِّ عَلى مُحَمَّد وَآلِ مُحَمَّد وَاجْعَلني لِنَعْمائِكَ مِنَ الشّاكِرينَ وَلالائِكَ مِنَ الذّاكِرينَ[26].

گرچہ امام موسی کاظمؑ سے منقول دعائیں بہت ہے، اس مختصر کتابچے میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں، صاحبا ن بصیرت کے لئے ائمہ اہل بیتؑ کے نذدیک دعا کی قدر و منزلت کو بتانے کے لئے یہی کافی ہے ۔

خدمت خلق اور بے سہاروں کا سہارابننا۔
جیساکہ یہ بات ائمہ اہل بیتؑ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے عیاں ہے کہ آپ حضرات ہمیشہ مسکین اور بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کی حمایت میں کوشاں رہتے تھے، ان کے حقوق سے دفاع کرتے اور بوقت ضرورت ان کی فکری اور مالی معاونت کرتے۔ ائمہ اہل بیتؑ اس حد تک ان کی حمایت کرتے کہ وقت کے حکمران اس کو اپنے لئے ایک قسم کا خطرہ سمجھتے اور ان پر دباو ڈال کر ان کی ان خدمات سے لوگوں کو محروم کرتے ۔

امام موسی کاظمؑ کی خوبیوں میں سے جو چیز سب سے زیادہ قابل توجہ ھے وہ آُپ کی سخاوت اور فیاضی تھی ، جو ضرب المثل بن گئی تھی [27] ابن عنبہ لکھتے ہیں : آپ کے پاس ہمیشہ پیسوں سے بھری تھیلیاں رہا کرتی تھیں آپ کسی سے ملتے یا کوئی آپ کے کرم کا محتاج ہوتا ، اسے آپ ان میں سے عطا فرماتے، یہاں تک کہ آپ کی یہ تھیلیاں ضرب المثل بن گئی تھیں[28] ۔

ذہبی امامؑ کے جود و سخیٰ کے بارے لکھتا ہے : آپ اتنے سخاوت مند تھے کہ اگر آپ تک یہ بات پہنچ جاتی کہ فلاں شخص آپ کو اذیت و آزار دیتا ہے تو آپ اس کو تھیلی میں دینار بھیج دیتے[29]۔ آپ اس قدر سخی و کریم تھے کہ آپ کو بتایا جاتا کہ فلاں شخص آپ کو تکلیف پہنچاتا ہے تو آپ اس کے پاس ہزار دینار کی تھیلی بھجواتے [30]۔

محمّد بن عبداللّٰه بکری کہتا ہے :میں قرض لینے کے لئے مدینہ آیا لیکن کامیاب نہیں ہوا جب تھک گیا تو کہا: کاش میں ابوالحسن موسیٰ کاظمؑ کے پاس جاتا اور اپنی حاجت ان سے طلب کرتا۔یہ سوچ کر میں امام کے پاس گیا۔ امام کھیتوں میں اپنے غلام کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر میرے طرف آئے. ہم نے ساتھ کھانا کھایا اور انہوں نے مجھ سے میری حاجت پوچھی۔میں نے اپنی داستان سنا دی ، امام اپنے گھر میں داخل ہوئے اور کچھ دیر کے بعد واپس آئے اور اپنے غلام سے چلے جانے کے لئے کہا اور پھر میری طرف ایک تھیلی بڑھا دی جس میں ۳۰۰ درہم تھے[31]۔

امام موسی کاظمؑ کی بخشش اور سخاوت اور آپ کا بے سہارا لوگوں کا سہارا بننا بھی وقت کے حکمرانوں سے برداشت نہیں ہوا اور آپ پر دباؤ ڈالنے کے لئے آپ کی سخاوت اور بخشش کو بھی بہانا بنایا ۔ حتی اہل

بیتؑ کے مخالف حاکموں کو رسول اللہ کا جانشین کہنے والوں کو بھی امام کی یہ بخشش ہضم نہ ہوسکی اور اس کوعباسی حکّام کی طرف سے امام کو دئے جانے والے عطیات کی زیادتی کی دلیل قرار دی[32] ۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو ہی رسول اللہ کا حقیقی جانشین مانتے تھے وہ اپنے خمس ،زکوۃ وغیرہ آپ تک پہنچاتے تھے[33] ۔

عفو درگزر:

خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا ائمہ اہل بیتؑ کا شیوہ رہا ہے ۔ دشمنی کرنے والوں اور اذیت و آزار پہنچانے والوں کی گستاخی کے سامنے عفو و گذشت سے کام لینے کے بہت سے نمونے ان کی زندگیوں میں ملتے ہیں ۔ امام موسی کاظمؑ کو کاظم لقب ملنے کی وجہ آپ کی یہی اہم خصوصیت تھی ۔ ابن اثیر کہتا ہے : ان کا لقب کاظم تھا کیونکہ جو آپ سے برا سلوک کرتے آپ اس کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آتے اور یہ آپ کا شیوہ تھا [34]۔

ابوالفرج اصفهاني نقل کرتے ہیں ، خلیفہ دوم کی آل میں سے ایک شخص جب امام موسیٰ کاظمؑ کو دیکھتا توامام علی بن ابی طالبؑ کو گالی دیتا اور امام کو تنگ کرتا تھا۔ امام کے بعض پیروکاروں نے کہا: ہمیں اجازت دیں ہم اسے قتل کردیتے ہیں, لیکن امام نے اس سے منع فرمایا۔ ایک دن آپؑ سوار ہو کر اس کے کھیت کی طرف گئے. اس نے امام کو آتے دیکھ کر شور مچاتے ہوئے کہا :فصل کو پاوں تلے مت روندو ، امام اسکی باتوں پر توجہ کیے بغیر اس کے پاس گئے اور ہنسنے لگے اور اس سے کہا : تم نے کتنا اس کھیت پر خرچ کیا ؟ اس نے کہا سو درہم ۔ امام نے فرمایا: کتنے فائدے کی امید ہے ؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ۔ امام نے فرمایا : تم سے سوال کیا ہے کتنے کی امید ہے ۔ اس نے کہا دو سو درھم ۔ امام نے تین سو درہم اس کو دئے ۔ امام کی خوش اخلاقی دیکھ کر وہ اٹھا اور امام کے سر کا بھوسا لیا ۔ اس کے بعد جب بھی وہ امام کو دیکھتا ,ان پر سلام کرتا اور کہتا: اللہ اعلم حیث جعل رسالته.(اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔)اس کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہارا کام بہتر تھا یا میرا کام ؟ [35].

آپؑ حلم و بردباری سے کام لینے کے لئے اپنے فرزندوں کو یوں نصیحت کرتے تھے: اے میرے بیٹے!میں ایک ایسی وصیت کرتا ہوں کہ جو بھی اس پر عمل کرئے اسے فائدہ ہوگا ۔ جب کوئی آئے اور تمہارے دائیں کان میں کوئی بری بات سنا دے اور پھر بائیں کان کی طرف آکر معذرت کردے اور کہے میں نے ایسا نہیں کہا تھا، تو تم اس کے عذر کو قبول کرو[36]۔

لہذا خاص کر جاہل خطا کار کی خطاؤں سے در گذر اور انتقام سے دوری کو ائمہ اہل بیتؑ کی سیرت میں نمایاں حیثیت حاصل ہے ۔امام موسی کاظمؑ نہ صرف آپ کو اذیت و آزار دینے والے کو معاف کرتے بلکہ اس پر کوئی نہ کوئی احسان بھی کرتے ۔ یوں امام اس کام کے ذریعے دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرتے اور یہی ائمہ اہل بیتؑ کا شیوہ تھا ۔

کسب حلال:

ائمہ اہل بیتؑ بیکار رہنے والوں اور اپنی زندگی کا بوجھ دوسروں پر ڈالنے والوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ خود بھی کسب حلال کے لئے کوشش کرتے دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے ۔

راوی کہتا ہے کہ میں ایک دن امام موسی کاظمؑ سے ملاقات کے لئے گیا ،آپ کھیت میں کام کر رہے تھے آپؑ کی حالت یہ تھی کہ آپ کا بدن کام کی وجہ سے پسینہ پسینہ تھا ۔مجھے تعجب ہوئی اور میں نے کہا : فرزند رسول !آپ پر قربان ہوجاؤں ، لوگ کہاں ہیں تاکہ یہ دیکھ لیں کہ آپ اس گرمی میں اس حد تک کام کاج میں مصروف ہیں ۔

امامؑ نے فرمایا:اے علی ، جو مجھ سے بہتر اور برتر تھے وہ لوگ ہمیشہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے .راوی نے کہا آپ کی مراد کون لوگ ہیں؟ فرمایا : میری مراد رسول اللہ ,امیرالمؤمنین اور میرے آبا و اجداد صلوات اللّٰہ علیہم اجمعین ، پھر امام ؑ نے فرمایا: یہ کام جسے تم دیکھ رہے ہو، یہ اللہ کے نمائندے اس قسم کے کام کرتے اور اسی کے ذریعے اپنے زندگی کے اخراجات کو پورا کرتے تھے ، اللہ کے دوسرے نیک اور صالح بندے اسی طرح تلاش و کوشش کرتے تھے ۔[37]

لہذا عزت کی روٹی کھانے اور اپنے اہل و عیال کے لئے آرام و آسائش کا سامان فراہم کرنے کے لئے کوشش کرنا، ائمہ اہل بیتؑ کی سیرت تھی ۔

امام کا علمی مقام :

آل رسولؑ کے امتیاز وں میں ایک اہم امتیاز، ان کی علمی برتری اور سب سے زیادہ دین شناس ہونا ہے ۔ رسول پاک کے بعد دینی تعلیمات کی معرفت اور ان کی حفاظت میں کوئی اہل بیتؑکے مثل نہیں.امام موسی کاظمؑ بھی ائمہ اہل بیتؑ میں سے وہ عظیم ہستی ہیں ،جو رسول اللہ کے علوم کے حقیقی وارث اور محافظ تھے ،اپنے دور میں کوئی بھی دین شناسی میں آپ کے مثل نہ تھا .ہم ذیل میں اس سلسلے کے چند واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

۱- امام ابوحنیفہ[38]کا تعجب:

ایک دفعہ امام ابوحنیفہ امام جعفرصادقؑ سے ملنے کے لئے دروازے پر انتظار کررہے تھے اتنے میں امام موسی کاظمؑ گھر سے نکلے، اس وقت آپ کی عمر پانچ برس تھی ۔ امام ابوحنیفہ نے ان سے کہا : بچے! یہ بتاو! اگر کسی مسافر کو تمہارے شہر میں رفع حاجت کرنا ہو تو وہ کہاں جائے ؟ امام نے دیوار سے ٹیک لگا کر فرمایا: اسے چاہے کہ نہروں کے کناروں اور پھلوں کے گرنے کی جگھوں اورمسافروں کی رہائش گاہوں، لوگوں کی آمد و رفت کے راستوں اور مساجد کے صحنوں سے پرہیز کرے، قبلہ کی طرف نہ رخ کرے نہ پشت کرے اور کسی بھی جگہ جاکر اپنی شرم گاہ چھپاکر رفع حاجت بجالائے ، امام ابوحنیفہ نے تعجب کیا اور ان کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا میں موسیؑ بن جعفرؑبن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علی ابن طالبؑ ہوں[39]۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: گناہ کس کا کام ہے اور کون انجام دیتا ہے (اللہ یا اللہ کا بندہ)؟ امام نے فرمایا : اس کی چند صورتیں ممکن ہے ؛ یا اللہ کی طرف سے ہے، اس صورت میں مناسب نہیں ہے کہ اللہ بندے کے گناہ کا سبب ہواور پھر اس کو سزا بھی دے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ اور بندہ دونوں کی طرف سے ہوں یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ اچھی بات نہیں ہے کہ اللہ گناہ میں تو بندے کے ساتھ شریک ہو اور بعد میں اپنے ضعیف شریک کو سزا دئے ۔ تیسری صورت یہ ہے کہ گناہ بندے سے ہی سرزد ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ لہذا اگر خدا اسے عذاب دئے تو یہ اس کا حق ہے اور اگر عفو کرئے تو یہ اللہ کا فضل و بخشش اور

بندے کی نسبت سے اس کی محبت اور کرم کا نتیجہ ہے[40]۔قابل توجہ بات یہ ہے کہ جبر و اختیار کا مسئلہ اعتقادی مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہے بہت سے بڑے بڑے دانشور اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے لیکن امام موسیٰ کاظمؑ نے کم سنی کی عالم میں انتہائی خوبصورت اندار میں اسے بیان فرمایا اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ کو تعجب ہوا ۔

۲- میرے فرزند سے قرآن مجید کے متعلق سوال کرو.

عیسیٰ بن شلقان کا بیان ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں آپ سے ابوالخطاب(امام صادقؑ کے دور کا ایک گمراہ آدمی) کے خود ساختہ نظریات کے بارے میں پوچھنا چاہا . آپ نے میرے سوال سے پہلے ہی مجھ سے فرمایا: عیسیٰ! تم میرے فرزند موسیٰ سے مل کر اس سے یہ مسائل کیوں نہیں پوچھتے ؟ عیسیٰ کہتا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ اس وقت مکتب میں بیٹھے ہوئے تھے ، انہوں نے مجھے دیکھ کر ہی فرمایا :عیسیٰ! اللہ نے انبیاءسے نبوت کا عہد لیا ، انھوں نے اپنے عہد سے انحراف نہیں کیا اور اللہ نے اوصیاء سے وصیت کا میثاق لیا ۔وہ بھی اپنے میثاق پر قائم رہے ۔ کچھ لوگوں کو اللہ نے کچھ عرصہ کے لئے ایمان عاریتا دیا ، پھر ان سے ایمان کو سلب کر لیا اور ابوالخطاب کا تعلق بھی ایسے ہی گروہ سے ہے۔ امام کا یہ جواب سن کر میں نے انہیں گلے سے لگایا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میں نے کہا: میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، آپؑ

{ذُرِّيَّةًبَعْضُهامِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَميعٌ عَليمٌ}[آل‌عمران34]

یہ ایک نسل ہےجس میں ایک کا سلسلہ ایک سےہے..’’کے مصداق ہیں . بعد ازاں میں امام جعفر صادقؑ کے پاس گیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ، میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے سوال سنے بغیر ہی مجھے جواب دیا جس سے معلوم ہوگیا کہ وہ مستقبل کے امام ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:عیسی! اگر تو میرے فرزند سے قرآن مجید کے متعلق سوال کرتا تو وہ تجھے اس کا مکمل جواب دیتا[41]۔

۳-امام موسیٰ کاظمؑ کا علمی مقام، امام جعفر صادقؑ کی زبانی:

یزید بن سلیط زیدی راوی ہیں ۔ کہ ہم امام صادقؑ کی رفاقت میں مکہ کی طرف جارہے تھے ، راستے میں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ مولی آپ طاہر اور مطہر امام ہیں لیکن موت سے کوئی بھی ذی روح انکار نہیں کرسکتا ،آپ فرمائیں آپ کا جانشین کون ہے ؟

آپؑ نے فرمایا : ویسے تو سب میرے فرزند ہیں لیکن یہ سب کا سردار ہیں یہ کہہ کر امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:اس کے پاس حکمت و فراست ، سخاوت ، حسن اخلاق ، حسن معاشرت اور ہر اس چیز کا علم ہے جس کی انسانوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے ۔ یہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے[42]۔

۴-امام کے ہاتھوں نصاریٰ کے ایک بڑے عالم کا اسلام لانا۔

راوی کہتا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نصرانی آیا اور کہا : میں دور دراز شہر سے بڑی تکلیف اٹھا کر آیا ہوں ۔میں تیس سال سے اپنے رب سے دعا کر رہا ہوں کہ بہترین دین اور بہترین

بندہ اور سب سے زیادہ عالم کی طرف میری ہدایت کریں. ایک شخص نے خواب میں مجھے ایک شخص کے بارہ میں بتایا جو دمشق کے بالائی حصے میں رہتا ہے، میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی، اس نے کہا: اگرچہ میں اپنے دین [عیسائیت] کا بڑا عالم ہوں لیکن اگر تم ہر اس چیز کا علم جاننا چاہتےہو جو انبیاؑ / کے پاس ہے تو ایسی کتاب میں ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مومنین کے لئے شفا ہے ، روحانی مسرت اور بصیرت کا باعث ہے ، تو میں تیری راہنمائی ایسے شخص کی طرف کرتا ہوں ۔تم اس کے پاس جانا اگر اپنے پیروں سے نہ چل سکے تو گھٹنوں کے بل جانا ۔۔ تو مدینہ جاو جہاں عرب میں ایک بنی ہاشم مبعوث ہوئے تھے وہاں موسیٰ کاظمؑ کے متعلق پوچھنا ۔ پھر ان کو بتانا کہ مطران علیا نے دمشق سے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور بہت بہت سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ میری اکثر خدا سے یہ دعا رہتی ہے کہ میرے اسلام کا اظہار آپ کے ہاتھوں پر ہو ۔ یہ نصرانی اس کی ہدایت کے مطابق مدینہ گیا اور امام سے کچھ سوالات کیے اور آپ سے اسلامی تعلیمات سنی ، آپ کے ہاتھوں اسلام لایا اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان بنا[43].

امام کا علمی امتحان ۔:5

شیعہ امام موسی کاظمؑ کو رسول اللہ کا ساتواں جانشین مانتے ھیں۔ امام صادقؑ کی وفات کے بعد مختلف وجوھات کی وجہ سے اس دور کے شیعہ جانشین کے مسئلہ میں اختلاف کا شکار ھوئے، اسی اختلاف کی وجہ سے ھی اسماعیلی فرقہ وجود میں آیا اور بعض عبد اللہ ابطح کو امام ماننے لگے ۔ بعض شیعہ اس مسئلہ میں تشویش کا شکار ھوئے اور سب سے پہلے عبد اللہ بن ابطح کے پاس جاکر اس سے حلال و حرام اور نماز و روزہ کے کچھ سوالات پوچھے جب وہ صحیح جواب نہ دے سکا تو وہ لوگ باھر نکلے، اتنے میں کسی بوڑھے نے امام موسی کاظمؑ کے گھر کی طرف ان کی راھنمائی کی اور امام سے ملاقات کے دوران جب ان کو اپنےسوالوں کا اطمنان بخش جواب ملا تو انھیں ان کی امامت کا یقین ھوا . کیونکہ شیعہ اسی کو ھی رسول اللہ کا حقیقی جانشین مانتے ھیں جو سارے دینی مسائل کو جانتا ھو۔

کرامات:

قرآن مجید میں انبیاء کرامؑ اور اللہ کے مقرب بندوں کے کرامات اور معجزات کا تذکرہ موجود ہے [44]۔ لہذا اللہ کے کسی ولی سے کرامات کے صادر ہونے کا عقیدہ رکھنا غلو اور قرآن و سنت کے خلاف عقیدہ نہیں ہے ۔ لیکن جس طرح ہر غیر عادی کام{عجیب و غریب کام} کرامت نہیں ہے۔ اسی طرح ہر غیر عادی کام انجام دینے والا اللہ کا ولی بھی نہیں ہے[45] ، جو قرآن اور شریعت پر عمل پیرا نہ ہو ایسا اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا اور جو کام قرآن و سنت اور عقل کے خلاف ہو ایسا کام کرامت بھی نہیں ہوسکتا ۔ جس طرح نبوت کے جھوٹے دعوے دار گذرے ہیں، اسی طرح ولی اللہ ہونے کے جھوٹے دعوے دار بھی بہت گذرے ہیں اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے ۔ گذشتہ اور موجودہ دور میں ایسی داستانیں کچھ کم نہیں کہ بعض اولیاء ایسے بھی ہیں ،جنہیں بعد میں ان کے مریدوں اور وارثوں نے اس طرح مشہور کر دیا کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا ۔ معاشرے کے اکثر لوگ دین سے لگاؤ تو رکھتے ہیں لیکن دینی بصیرت اور معرفت کی کمی کی وجہ سے جلد ہی ولی اللہ جیسے القابات اور بنائی ہوئی داستانوں سے دھوکہ کھا کر دوسروں کی دوکان چمکانے کا باعث بنتے ہیں۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حوالے سے آگاہی دی جائے اور اللہ کے

حقیقی اولیاء کی کرامات اور ان کی تعلیمات اور سیرت کے مختلف پہلوؤں سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں اولیاء اللہ سے تعلق صرف ان کے کرامات کی داستانیں سننے،سننا اور ان کی زیارت کرنےکو ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن ولی اللہ کی تعلیمات اور سیرت کے ایسے پہلو وں کو اجاگرکرنے کی کوشش نہیں کرتے جو لوگوں کے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کام آئے اور لوگ اللہ کے ولی کے ذریعے اللہ کے دین پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہو سکیں ۔حقیقت میں ولی اللہ و ہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ اور اللہ کے دین کی شناخت رکھتا ہو ،دین کا پابند ہو اور ہر جہت سے لوگوں کے لئے نمونہ عمل ہو ۔

ائمہ اہل بیتؑ، اللہ کے حقیقی ولی تھے ، ان کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ سے عشق و محبت اور اللہ کی اطاعت و عبادت میں گذرا، اولیاء اللہ کا حقیقی اور کامل ترین مصداق انہیں کی ذات گرامی ہیں ۔لہذا اللہ کے اذن اور مدد سے ان سے بہت سی کرامات صادر ہوئیں ، ہم ذیل میں امام موسیٰ کاظمؑ کی بعض کرامات کا تذکرہ کرتے ہیں ۔

۱-عالم آل محمدؐ :

شفیق بلخی سے روایت ہے کہ میں 149 ھ میں حج کے لئے روانہ ہوا اور ہم نے مقام قادسیہ پر قیام کیا ۔ وہاں میری نظر ایک نوجوان پر جا پڑی، اسے دیکھ کر میں نے دل میں کہا : شاید یہ کوئی صوفی ہے جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔یہ سوچ کر اس کی سرزنش کرنے کے لئے اس کے قریب گیا ۔ اس نے مجھے آتے دیکھ کر میرا نام لیا اور کہا : شفیق!

{يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُوااجْتَنِبُواكَثِيرًامِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ} [الحجرات: 12]

بدگمانی سے بچو کیونکہ کچھ بدگمانی گناہ ہے]۔ قرآن مجید کی آیت کے اس حصے کو پڑھ کر جوان چلا گیا ۔میں نے دل میں کہا: اس جوان نے میری دلی کیفیت کو بھانپ لیا یہ تو اللہ کا ولی ہے ، یہاں سے چل کر ہم مقام "واقعہ "پہنچے تو وہ جوان مجھے نظر آیا۔میں بدگمانی کی معذرت طلب کرنے کے لئے اس کے پاس گیاتو اس نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا: اے شفیق !

{وَإِني لَغَفَّارٌلِّمَن تَابَوَامَنَوَعَمِلَ صَالِحًاثم اهْتَدَى}(82,طه)

[میں یقینا اسے بخش دیتا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے پھر ہدایت پر قائم رہے]۔ یہ کہہ کر وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے اور میں نے سوچا :ہو یا نہ ہو یہ جوان "ابدال " ہے کیونکہ وہ میرے دل کی باتوں سے باخبر ہے۔ پھر ہم منزل "زبالہ" پر پہنچے تو میں نے اس جوان کو دیکھا وہ ایک کنوئیں پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ڈول تھا وہ پانی بھرنا چاہتا تھا کہ وہ ڈول اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر رسی سمیت کنوئیں میں جاگرا ۔اس نے آسمان کی طرف نظر کی اور دعا مانگی ۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں میں جوش پیدا ہوا اور پانی اُبل کر اوپر آگیا اور جوان نے ہاتھ بڑھا کر اپنا ڈول نکال لیا ، اس کے پانی سے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی ، پھر ریت کی کچھ مٹھیاں اٹھا کر اپنے ڈول میں ڈال دیا اور کھانا کھانا شروع کیا ۔یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا اور انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے جواب دیا ۔میں نے ان سے کہا : اللہ کی اس نعمت میں مجھے بھی شامل فرمائیں ۔انہوں نے ڈول میری طرف بڑھا دیا اور میں نے دیکھا اس

میں تو ستو اور شکر کا شربت ہے ، سیر ہوکر پیا اور ایسا مزے دار مشروب زندگی میں نہیں پیا تھا۔(یہاں تک کی اس کے بعد کئی دن مجھے کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی۔) جب میں نے ڈول ان کے حوالے کیا پھر وہ میری نگاہوں سے غائب ہوئے اور پورے راستے میں دکھائی نہیں دیے اور جب میں مکہ پہنچا تو اس جوان کو خشوع اور خضوع سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نماز میں زار و قطار رو رہا تھا، پوری رات وہ عبادت میں مصروف رہا، صبح ہوئی تو اس نے بیٹھ کر تسبیح پڑھی اور صبح کی نماز ادا کی۔ پھر بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا ،میں نے دیکھا کہ اس کے پاس سواری کے جانور اور نوکر چاکر بھی ہیں ۔ انہوں نے ایک خوبصورت لباس پہنا اور لوگ مسائل دریافت کرنےکے لئے وہاں جمع ہوئے۔میں نے ان کے ایک غلام سے پوچھا کہ یہ بزرگوار کون ہیں ؟

اس نے مجھے بتایا یہ عالم آل محمد ابو ابراہیم ہیں ۔ میں نے مزید وضاحت طلب کی تو اس نے بتایا۔ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ ہیں ۔ میں نے کہا کہ حقیقتا ایسے معجزات ایسے ہی افراد کو زیب دیتے ہیں اور اسی خاندان کے لئے مخصوص ہیں۔[46]

۲- اپنے زمانے کے امام کی معرفت مبارک ہو:

ابوخالد کہتا ہے خلیفه مہدی عباسی کے زمانے میں جب محمد بن عبداللہ گرفتار ہوا تھا تو اسی دوران امام موسیٰ کاظمؑ بغداد جاتے ہوئے ہماری آبادی میں اترے اور ان دنوں میں مذہب زیدیہ[47] کا پیرو تھا آپ کے خیمے نصب ہونے کے بعد سخت سردی کی وجہ سے لکڑی کی ضرورت پڑی لیکن لکڑیاں میسر نہ تھیں ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابوخالد !آگ جلانے کے لئے لکڑیاں لے آؤ ۔ میں نے عرض کیا: آج کل پورے علاقے میں لکڑیاں کہیں پر دستیاب نہیں ہیں ۔ آپ نے فرمایا :ابوخالد ایسا نہ کہو تم ان دو پہاڑیوں کے درمیان چلے جاؤ ۔تم دیکھو گے کہ ایک اعرابی کے پاس لکڑیوں کے دو بڑے گھٹے ہوں گے ۔ تم وہ خرید لینا ۔ ابوخالد کہتا ہے کہ میں دو پہاڑوں کے درمیان گیا اور میں نے امام کے کہے کے مطابق اعرابی کو پایا، اس سے لکڑیاں خرید لی اور جب تک امام وہاں رہے اپنی حیثیت کے مطابق آپؑ کو کھانا کھلایا۔پھر امام نے فرمایا ہم فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو یہاں آئیں گے اور بعد میں اسی تاریخ کو امام وہیں پہنچ بھی گئے ، ابو خالد نے کہا مولا میں پہلے زیدی العقیده تھا اور جب آپ کے دونوں فرمان درست ثابت ہوئے تو مجھے یقین ہوگیا .کہ زمانے کے امام آپ ہی ہیں اور اللہ نے ہم پر آپ کی اطاعت فرض کی ہے۔ امام نے فرمایا ابوخالد آپ کو حق کا یہ عقیده مبارک ہو اور فرمایا : یاد رکھو جو شخص اپنے امام کی معرفت کے بغیر مرجائے تو وہ جہالت کی موت مرے گا[48] اور اسلام میں رہ کر جو اس نے کیا ہے اس کا حساب کیا جائے گا[49]۔

۳-اپنی وفات سے آگاہی :

علی بن سوید السائی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھے ایک خط لکھا جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا : سب سے پہلے تو میں تجھے اپنی وفات کی اطلاع دیتا ہوں جو کہ چند ہی راتوں میں واقع ہونے والی ہے اور میں موت سے نہ تو خوف زده ہوں اور نہ ہی کسی طرح کی ندامت محسوس کرتا ہوں اور نہ ہی خدا کے حتمی فیصلہ کے متعلق کسی شک وشبہہ میں مبتلا ہوں ۔ تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ آل محمدؐ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور وصی کے بعد والے وصی کی اطاعت کرتے رہنا اور یہی دین کی مضبوط رسی ہے

[50]۔

۴-شیر قالین کا مجسم ہونا :

علی بن یقطین کہتا ہے کہ ہارون الرشید کو ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی بات کی کاٹ کرے اور ان کی امامت کو جھوٹا ثابت کر دے اور پھر ان کو پوری مجلس میں شرمندہ و خوار کرے ۔ لہذا اس کام کے لئے کسی عامل کو بلایا گیا ۔ حضرت امامؑ کو بھی اس دسترخوان پر دعوت دی گئی ۔ چنانچہ جب دسترخوان بچھایا گیااور اس پر کھانا لگا دیا گیا تو اس عامل نے تمام روٹیوں پر جو امام کے سامنے رکھی تھیں اپنا موکل مقرر کر دیا ۔ امام جب بھی روٹی کی طرف ہاتھ بڑھاتے روٹی آپ کے سامنے سے اڑ جاتی ، اس پر ہارون بہت خوش ہوا اور ہنسا ۔ یہ دیکھ کر امامؑ نے سر اٹھایا اور پردے پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اسے آواز دے کر فرمایا: اے خدا کے شیر ! اس دشمن خدا کو چیر پھاڑ کر اپنی خوراک بنا لو۔ آپ کے حکم سے وہ تصویر مجسم زندہ شیر کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور اس عامل کو چیز پھاڑ کر جٹ کر گئی۔ یہ دیکھ کر سب حواس باختہ ہوگئے اور کچھ دیر بعد ہارون نے امام سے عرض کی:آپ اس تصویر کو حکم دیں کہ وہ اس شخص کو واپس کر دے ۔آپ نے فرمایا: اگر موسیٰؑ کے عصا نے جادوگروں کی ان رسیوں کو جو سانپ کی شکل میں تھیں نگل کر پھر اگل دیا ہوتا تو تصویر بھی تیرے اس نگلے ہوئے شخص کو واپس اگل دیتی۔ [51]

۵-رب کعبہ کی قسم یہ عیسیٰ بن مریم ہیں :

راوی کہتا ہے: امام موسیٰ کاظمؑ نے منیٰ میں دیکھا کہ ایک عورت اور اس کے بچے رو رہے ہیں کیونکہ ان کی گائے مرگئی تھی ،امام پاس آئےاور رونے کی وجہ پوچھی ، عورت کہنے لگی اے بندئے خدا، میرے یتیم بچے ہیں اور صرف یہی گائے میری اور ان کی معاش کا ذریعہ تھی ۔ امامؑنے فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ میں اسے زندہ کردوں ؟

اس نے کہا بے شک میں چاہتی ہوں ۔ امام ایک گوشہ میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کی اور گائے کوآواز دی اور ٹھوکر ماری اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی ۔ جب عورت نے گائے کو دیکھا تو چیخ پڑی رب کعبہ کی قسم یہ عیسیٰ بن مریم ہیں ۔امام وہی سے چلے گئے[52]۔

٦-موتوں کا علم:

اسحاق بن عمار کہتا ہے : میں نے سنا کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے ایک شخص کے مرنے کی خبر دی ، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ان کو یہ بھی علم ہے کہ ان کا شیعہ کب مرے گا ۔ حضرت غصے کی حالت میں میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے اسحاق! رشید ہجری موتوں اور بلاؤں کا علم رکھتے تھے اور امام تو اس سے بہتر ہے ۔پھر فرمایا : اے اسحاق تم نے جو کرنا ہے کرلو تم دو برس کے اندر مرجاؤگے اور تمہارے بھائی اور خاندان والے تمہارے مرنے کے چند روز بعد ہی علٰحیدہ ہوجائیں گے..... یہ بات تمہارے دل میں رہے ، میں نے کہا : اللہ سے استغفار کرتا ہوں اس بات سے جو میرے دل میں آئی ، کچھ مدت ہی گزری تھی کہ اسحاق مرگیا اور اس کے خاندان کا وہی حشر ہوا جو امام نے فرمایا تھا ۔[53]

۷-درخت امام کے حکم سے حرکت میں آگیا۔

امام موسی کاظمؑ کے دور میں مدینے میں ایک انتہائی زاہد و پرہیزگار شخص ، حسن بن عبداللہ رہتا تھا۔ اس کی عبادت اور دینداری کی وجہ سے حکّام بھی اس سے خوفزدہ رہتے تھے اور وہ امام علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتا تھا ۔ ایک دن امام موسی کاظمؑ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا ؛ مجھے تمہاری عبادت ، زہد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا طریقہ پسند ہے ۔ لیکن تمہارے پاس معرفت نہیں ہے جاو معرفت حاصل کرو ۔

حسن بن عبداللہ نے کہا : معرفت کیا ہے ؟

امام نے فرمایا : جاؤ مسائل اور مطالب کو دقت سے سمجھیں اور احادیث کو سیکھیں ۔ اس نے کہا: کن سے احادیث سیکھوں ؟

امام نے فرمایا : مدینہ کے عالموں سے سیکھ کر آئیں اور مجھے سنائیں ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا، احادیث سیکھ کر امام کے پاس آکر انہیں سنانے لگے۔

امام نے فرمایا : یہ سب بے بنیاد ہے جاؤ اور معرفت حاصل کرو ۔

وہ اپنے عقیدے کے مطابق احادیث سیکھ کر آتا ۔لیکن   امام انہیں رد کرتے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ امام سے معرفت حاصل کرنے کی فکر میں رہتا یہاں تک کہ ایک دن امام اپنے کھیت کی طرف جارہے تھے میں نے موقع غنیمت جانا اور امام کے پیچھے ہولیا اور کہا کہ   میں اللہ کے حضور   آپ کی شکایت کروں گا ، مجھے خود ہی معرفت اور ہدایت دلا ئیں ۔ امام نے جب اس کو معرفت حاصل کرنے کے لئے تیار دیکھا تو   رسول اللہ کی وفات کے بعد کے واقعات کاتذکرہ کر کے یہ ثابت کیا کہ حق امام علیؑ کے ساتھ تھا اور آپ کی ہی رسول اللہ   کے حقیقی جانشین تھے۔ حسن بن عبداللہ نے امامؑ کی دلیلوں کو قبول کیااور رسول اللہ کے بعد امام علیؑ کی امامت کا معتقد ہوئے اور کہا : اب امام کون ہے ؟ امام نے فرمایا: اگر میں خبر دوں تو کیا قبول کروگے ۔ اس نے کہا ہاں ، آپ نے فرمایا : اب میں امام ہوں ۔

اس نے کہا : آپ کوئی معجزہ دکھائیں ، تاکہ میں اس کے ذریعےمخالفوں پر احتجاج کرسکوں ۔ امام نےوہیں ایک درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا اس درخت کے پاس جاؤ اور کہو موسیٰ بن جعفر تمہیں بلا رہے ہیں۔ اس نے ایسا ھی کیا اور درخت حرکت میں آیا   اور امام کے پاس کھڑا ہوگیا۔ امام نے دوبارہ اشارہ کیا درخت واپس چلا گیا۔ حسن بن عبد اللہ یہ دیکھ کر امام کی امامت کے معتقد ہوئے اور   اسی معرفت کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول ہوئے اور   دنیا سے چلے گئے[54] ۔

:8اپنی لڑکی کا نام بدل دو :

روای کہتا ہے: میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ موسیٰ کاظمؑ کے گھوارے کے پاس کھڑے ان سے سرگوشی کر رہے تھے اور جب سرگوشی سے فارغ ہوئے تو میں حضرت کے پاس گیا۔ آپؑ نے فرمایا: اپنے مولا کے پاس جاؤ اور سلام کرو ۔میں نے سلام کیا ، انھوں نے نہایت فصیح زبان میں جواب دیا پھر فرمایا تم جاؤ اپنی لڑکی کا نام بدل دو جو تم نے کل رکھا ہے وہ ایسا نام ہے جس سے اللہ بغض رکھتا ہے ۔ روای کہتا ہے:

میری ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں نے حمیراء رکھا تھا۔امام جعفرصادقؑ نے فرمایا: ان کے حکم کو بجالاؤ ، یہ باعث فلاح ہوگا۔ میں نے اس کا نام بدل دیا ۔[55]

: 8باب الحوائج کا لقب :

امام موسی کاظمؑ کی قبر بغداد کے قریب شہر کاظمین میں ہے جہاں دنیا بھر سے آل رسولؐ کے عقیدت مند آپ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور یہ سلسلہ برسوں سے اہل سنت اور شیعہ علما اور عوام میں رائج ہے اور بہت سے لوگ آپ کو واسطہ بنا کر اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اپنی حاجات اللہ سے طلب کرتے ہیں ۔

امام شافعی کہتے ہیں : قبر موسیٰ کاظمؑ ایسی جگہ ہے جس نے امتحان پاس کیا ہے [56] (یعنی امام کی قبر کے پاس اور ان سے متوسل ہوکر مانگی جانے والی دعائیں قبول ہوجاتی ہے ۔)

ابو علی خلال، شیخ حنبلی، تیسری صدی کے اہل سنت کے علماء میں سے ہیں: کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ، میں توسل کے لئے موسیٰ بن جعفر کی قبر پر جاتا تھا۔ اللہ ان کے توسل سے میری مشکل آسان کرتا ہے [57]۔

شیخ سید شبلنجي نقل کرتے ہیں: امام موسی کاظمؑ عظیم منزلت والے امام تھے ,آپ عراق والوں کے ہاں" باب الحوائج الی اللہ "کے نام سے مشہور تھے اور یہ شہرت ان کے توسل سے لوگوں کی حاجت پوری ہونے کی وجہ سے ہے[58].

اس قسم کا ایک واقعہ یہ ہے ، ابو علی کہتا ہے :

چائے کا ایک پیالہ ٹوٹنے سے میری بارہ سالہ بیٹی کی آنکھوں میں شیشے کا ٹکڑا پڑھ گیا اور ہم نے فورا بغداد میں آئی ہاسپٹل میں انہیں منتقل کیا۔ ڈاکٹروں نے شیشے کا ٹکڑا ان کی آنکھ سے نکالا، پھر مجھ سے کہا :ہم صرف ان کی آنکھ کی ظاہری خوبصورتی کی حفاظت کے لئے آپریشن کرسکتے ہیں لیکن ان کی بینائی کو واپس نہیں لاسکتے۔ جب بچی کو آپریشن کے لئے لے گئے ،تو میرے ذہن میں آیا کہ ہم تو لوگوں سے کہتے ہیں کہ آل محمد(صلى الله عليه وآله)صاحب کرامت ہے اور اللہ کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے ،پھر میں کیوں نہ موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر پر جاؤں اور یہ دیکھوں کہ ہم کس حد تک اپنے عقیدہ میں سچے ہیں ۔یہ سوچ کر میں نے وضو کیا اور ان کی قبر کی طرف چل نکلا ۔ سیدھا امامؑ کے ضریح کی طرف گیا ۔ دو رکعت نماز ادا کی اور سرھانے کی طرف بیٹھ گیا اور کہا :

یہ چھوٹی بچی ہے اور میں آپ کا خادم اور آپ کا پیروکار ہوں اور کیا آپ ویسے ہی ہیں جو ہم کہتے ہیں [تو بچی کو شفا دیں] آپ سے متوسل ہونے کے بعد میں وہاں سے واپس آیا تو بچی کو آپریشن روم سے نکال کر مجھ سے سات دن تک اس کی دیکھ بھال کرنے کا کہا ۔

ساتویں دن ڈاکٹر پٹی بدلنے اور چیک کرنے کے لئے آیا ۔ جب اس نے پٹی کھولی اور چیک کیا تو اس نے کہا: تم نے کیا کیا ؟

میں پریشان ہوا کہ میں نے کیا کیا تھا ۔ اس نے کہا اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آئی ہے اور وہ پہلے کی طرح دیکھ سکے گی ۔ جب یہ سنا تو میں روپڑا اور کہا : میں نے اللہ کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھٹکھٹایا تھا، اللہ نے مجھ پر کرم کیا، یہ سن کر ڈاکٹر نے کہا : آمنت باللہ[59].{ڈاکٹر مذھبا عیسائی تھا جناب امامؑ کے اس معجزہ سے متاثر ھو کر مسلمان ھوگیا }

دوسری فصل : امام کی شخصیت کے اجتماعی پہلو :

ہم اس مرحلے میں امامؑ کی شخصیت کے ایسے پہلوؤں پر بحث کریں گے جو امام کے اجتماعی زندگی اور اپنے ارد گرد کے سیاسی فقہی اور کلامی ماحول سے مربوط ہے ۔

کلامی اور اعتقادی موقف:

اسلامی دنیا میں حضور کے بعد فقہی اور اعتقادی مسائل میں رونما ہونے والے تنازعات اور بعض سیاسی چالوں کی وجہ سے اسلامی دینا میں مختلف فقہی اور کلامی (اعتقادی)مکاتب وجود میں آئے اور خاص کر اعتقادی مسائل میں ,اھل‌حدیث ، معتزلہ ، اشاعرہ ,ماتریدیہ جیسے مکاتب نے جنم لیا[60].

امام موسیٰ کاظمؑ کے دور میں خاص کر اہل حدیث اور معتزلہ والے بعض مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف سخت موقف رکھتے تھے ، انہیں میں سے اللہ کی ذات اور صفات کا مسئلہ اور جبر و اختیار کا مسئلہ تھا ۔

اہل حدیث کا موقف یہ تھا کہ قرآن و حدیث کی ظاہر کو ہی لیا جائےاور ان میں تعقل اور تاویل سے دوری اختیار کی جائے۔ لہذا اہل حدیث اپنی اس روش کی وجہ سے خدا اور اس کی بعض صفات میں تشبیہ کے مرتکب ہوتے تھے، اللہ کو ایک انسان کی شکل دیتے اور اللہ کے لئے ہاتھ ، پیر اور آنکھ وغیرہ ثابت کرتے تھے۔ اسی طرح ظاہری آیات اور روایات سےیہ نتیجہ نکالتے کہ انسان اپنے کاموں میں مجبور ہے، انسان بااختیار مخلوق نہیں ہے ۔

مثلا اللہ اور اللّٰہ کی صفات کے باب میں اہل حدیث جس روایت کا زیادہ سہارا لیتے تھے وہ یہ مشہور حدیث ہے۔

"ینزل ربناتبارك وتعالى كل ليلةإلى السماءالدنيا..[61].

ترجمہ:حضور نے فرمایا : اللہ ہر رات کی آخری حصے میں دنیا والے آسمان پر اترتا ہے اور پکارتا ہے : کون ہے جو دعا کرے ، تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں ؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے ، تاکہ میں اسے عطا کروں ؟ کون ہے جو مجھ سے استغفا ر کرے ، تاکہ میں اس کی مغفرت کروں ؟۔

ایسے ہی بہت سی رسول اللہ سے منسوب احادیث اھل سنت کی معتبر ترین کتابوں میں موجود ہیں، جو اللہ کے لئے ہاتھ ، پیر ، چہرہ وغیرہ ہونے کو ثابت کرتی ہیں ۔ مثلاًقیامت کے دن اللہ جہنم میں اپنا پیر ڈالے گا پھر جہنم کہے گا ۔ بس بس[62]، اللہ نے حضرت آدم کے چہرے کو اپنے چہرہ جیسا خلق کیا ہے[63]۔ اللہ کو اس طرح دیکھ سکتے ہیں جس طرح چودہ ویں کے چاند کو دیکھا جا سکتا ہے[64]۔

لیکن ائمہ اہل بیتؑ خود کو ہی رسول اللہ   کا حقیقی جانشین اور وحیانی تعلیمات کا حقیقی وارث اور محافظ سمجھتے تھے لہذا امام موسیٰ کاظمؑ نے بھی دوسرے ائمہ اہل بیتؑ کی طرح قرآن و سنت کے حقیقی وارث اور محافظ ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ خالص اسلامی عقیدے اور نظریے کی ترویج کی کوشش کی اور انحرافات کا مقابلہ کیا ۔

اللہ اور اللہ کی صفات میں تشبیہ کے مسئلے پر   ائمہ اہل بیتؑ سخت تنقید کرتے تھے اور اس کو اسلامی تعلیمات میں دوسرے ادیان کے خرافاتی اور بے بنیاد افکار کا رواج قرار دیتے تھے ۔ امام موسیٰ کاظمؑ   نے بھی بقیہ ائمہ اہل بیتؑ کی طرح ایسے افکار کا مقابلہ کیا اور خالص اسلامی تعلیمات کی ترویج کی عظیم ذمہ داری کو انجام دے کر   دین کے محافظ ہونے کے عملی ثبوت دیے ۔امام موسیٰ کاظمؑ نے واضح طور پر ایسے عقیدے کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

خدا نیچے نہیں اترتا ۔ اسے اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، اس کی نظر میں دوری اور نزدیکی برابر ہے ..... اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں بلکہ ہر شے اس کی محتاج ہے ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔   وہ قادر اور حکیم ہے ۔ جو اس طرح خدا کی توصیف کرتے ہیں کہ اللہ نیچے اتر آتا ہے ، یہ وہ لوگ کہتے ہیں جنہوں نے خدا کو کمی اور زیادتی سے متصف کیا ہے ۔ ہر متحرک محرک کا محتاج ہے تاکہ اسے حرکت دے سکے ۔ ---- اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات سے متصف مت کرو جو کمی اور زیادتی ، تحریک و تحرک اور منتقل ہونے جیسی صفات میں محدود کر دے ۔ اللہ تعالی اس قسم کی وصف بیان کرنے والوں کی وصف اور گمان سے بالاتر ہے[65]۔

امام موسی کاظمؑ کے فرزند گرامی امام رضاؑ آپؑ سے   اور اپنے اجداد کے توسط سے نقل کرتے ہیں:

لعن اللہ المحرفین للکلم عن مواضعه واللہ ماقال رسول اللہ (صلی اللہ علیه وآله) ذلك انماقال انااللہ تبارك وتعالی ینزل ملكاإلی سماءالدنیاكل لیلة.....حدثنی بذلك ابی عن جدی عن آبائه عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وعلیهم.[66]

یعنی خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو بات کو اس کے اصل معنی سے منحرف کر کے اس میں تحریف کے مرتکب ہوئے ، خدا کی قسم رسول اللہ   نے یہ[آسمان دنیا پر اللہ کا نازل ہونا] نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ ہر رات کی آخری تہائی میں اور شب جمعہ کے ابتدائی حصے میں ایک فرشتے کو آسمان سےدنیا پر اتار تا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ وہ ندا دے کہ کیا کوئی سائل ہے ... یہ حدیث میرے بابا نے میرے دادا سے اور انہوں نے اپنے جد کے ذریعے رسول اللہ   سے نقل کی ہے[67].

اسی قسم کی ایک اور روایت امام رضاؑسے یوں نقل ہوئی ھے کہ مخالفین

”فان اللہ خلق آدم علی صورته [68]“

والی روایت سے استدلال کرتے ہوئے خدا کے لئے شکل و صورت کے قائل ہوئے ھیں،امامؑ نے اس حدیث   کو ارشاد فرمانے کی اصلی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: خدا انھیں غارت کرے انھوں نے روایت کے ابتدائی حصے کو حذف کردیا: مکمل روایت یہ ھے کہ حضور   نے دو افراد کو دیکھا جو ایک دوسرے کو گالیاں دے رھے تھے.ان

میں سے ایک کھه رہا تھا : خدا تیری صورت بگاڑ دے اور اس کی بھی صورت بگا ڑدے جو تیری شبیه ھے.
رسول اللہ نے فرمایا: اپنے بھائی کو اس طرح نه کھو که خدا نےحضرت آدمؑ کو اس کی شبیه خلق کیا ھے[69].

امام موسی کاظمؑ نے اللہ کے لئے عرش و کرسی والی باتوں کی صحیح تفسیر میں فرمایا : یہ آیت تمام چھوٹے اور بڑے امور پر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کنایہ ھے.

اس قسم کی روایات بتاتی ھیں که اھل بیتؑ کے ھاں احادیث اور سنت رسول اللہ کس طرح صحیح و سالم رھی اور دوسرو ں کے ھاں ان میں کس طرح رد و بدل اور تحریف هوئی.

مثلا اللہ کی صفات کی طرح عقیدہ جبر کے سلسلے میں آئمہ اہل بیتؑ نے انحرافات سے مقابلہ کرنے کی بہت زیادہ کوشش کی ۔ عقیدہ جبر کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے، انسان اپنے کاموں میں مجبور ہے اور یہ عقیدہ حکمرانوں کے اقتدار کی بنیادوں کو مضبوط اور ان کی غلطیوں کی توجیہ کرنے کا ایک اہم وسیلہ تھا ،اہل حدیث اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے بعض آیات اور روایات کا سہارا لیتے تھے ۔ اس سلسلے کی ایک مشہور حدیث رسول اللہ سے یوں نقل ہوئی ہے :

عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشَّقِيُّ مِنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ،وَالسَّعِيدُ مِنْ سَعِدَفِي بَطْنِ أُمِّهِ۔[70]

ترجمه: بدبخت ماں کی پیٹ سے ھی بدبخت پیدا ھوتا ہے اور سعادت مند ماں کی پیٹ سے ھی سعادت مند پیدا ھوتا ہے.

امام موسی کاظمؑ سے مذکورہ حدیث کے بارے میں سوال ہوا : آپ نے فرمایا : شقی وہ انسان ہے کہ جب وہ شکم مادر میں تھا ، اسی وقت سے خدا جانتا تھا کہ وہ اشقیا کے اعمال انجام دے گا اور سعادت مند انسان وہ ہے کہ جب وہ رحم مادر میں تھا ، اسی وقت خدا جانتا تھا کہ وہ باسعادت لوگوں کا کردار اپنائے گا ۔[یعنی کسی کا شقی ہونا اسکے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور سعادت مند ہونا بھی اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ،نہ کسی جبری قانون کا نتیجہ ۔]

امام سے اس حدیث کے بارے میں سوال ہوا : ” ہر چیز کو اسی راہ پر لے جایا جائے گا جس کے لئے اسے خلق کیا گیا ہے “ آپ نے اس کے صحیح معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے جن و انس کو خلق کیا ہے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں ، اس لئے خلق نہیں کیا ہے کہ اس کی نافرمانی کریں ۔لہذا ہر ایک کے لئے اس پر چلنے کا امکان فراہم کردیا ہے جس کے لئے اسے خلق کیا گیا ہے، وائے ہو اس پر جو گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دئے[71][یعنی انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ ہدایت کی راہ پر چلے یا گمراہی کے راستے پر چلے، انسان اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے ۔]

لہذا ائمہ اہل بیتؑ نے جبر جیسے نظریات کے خلاف علمی جہاد کے ذریعے خالص اسلامی افکار کو معاشرے میں ترویج کرنے کی کوشش کی اور اپنے شاگردوں کے ذریعے انحرافی اور خرافاتی افکار کا مقابلہ کیا۔

امام کا سیاسی طرز عمل :

قرآن و سنت کی تعلیمات اور خلافت کے حقیقی معنی[72] کی بنا پر ائمہ اہل بیتؑ اپنے زمانے کی حکومتوں کو شرعی حیثیت سے نہیں مانتے تھے ،حکومتوں سے ناخوشی کا اظہار کرتے، اپنے کو ہی امت کا دینی پیشوا اور اسلام و مسلمین کی قیادت کا حقدار سمجھتے تھے۔لیکن وقت کی نزاکتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ان حالات میں فکری اور علمی سرگرمیوں ، شاگردوں کی تربیت اور اسلامی تعلیمات کی ترویج کے عمل کو ایسے سیاسی سرگرمیوں پر ترجیح دیتے جن کا نتیجہ خون خرابہ کے بعد کچل جانے کے علاوہ کچھ نہیں نکل سکتا تھا .

دوسرے اماموں کی طرح امام موسی کاظمؑ کی روش بھی یہی تھی ،آپ خود کو ھی امام برحق اور رسول اللہ کے حقیقی جانشین سمجھتے ۔لیکن ساتھ ھی حاکم نظام کے خلاف مسلحانہ قیام کے حق میں نہیں تھے اور اپنے شاگردوں کو اس چیز کی تعلیم دیتے کہ جو کوئی ان {حاکموں کے زندہ رہنے کو پسند کرے، اس کا شمار بھی انھی میں ھوگا اور جو ان میں شمار ھوگا ، وہ جھنم میں جاۓ گا.[73]

جس دور میں امام موسی کاظمؑ زندگی بسر کر رہے تھے وہ عباسی حکمرانوں کے ظلم و استبداد کا ابتدائی دور تھا ، انہوں نے آل رسولؑ پر بنی امیہ کی ظلم و ستم کے خلاف اٹھنے والی آوازوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت پر قبضہ کیا ۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اپنا اقتدار بچانے کے لئے آل رسولؐ کے ساتھ وہی رویہ اختیار کیا جو اس سے پہلے والے حکمرانوں کی روش تھی۔ظلم و ستم اور مخالفین پر شدید دباؤ کی سیاست پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ کی ذریت پر عرصہ حیات تنگ کرنے لگے اور خاص کر منصور عباسی کے دور میں بہت سے علوی [جن کا تعلق جناب فاطمہؑ کی اولاد سے تھا] شہید ہوئے[74]۔

عباسیوں کے سیاسی دباو کا آغاز اس وقت شروع ہوا جس وقت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اپنے بہت سے شاگردوں کی تربیت کر کے مکتب اہل بیت کی علمی اور فکری بنیادوں کو مستحکم کرچکے تھے ، لوگ ائمہ اور ان کے شاگردوں کی طرف متوجہ ہورہے تھے۔لیکن بنی عباس کے حکّام ائمہ اہل بیتؑ کے دینی اور علمی مقام اور لوگوں کی توجہ کو اپنی حکومت کے لئے خطرہ سمجھتے تھے ۔لہذا مختلف حیلوں کے ذریعے امامؑ کی علمی اور فکری سرگرمیوں کو روکنے اور لوگوں کی توجہ ان سے ہٹا نے کی کوشش کرتے رہے .

جیساکہ مختلف فقہی اور اعتقادی مکاتب مختلف ادوار میں عروج و زوال کا شکار رہے،خاص کر اہل بیتؑ کے مقابلے میں دوسرے مکاتب فکر کی حمایت کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہامثلاً فقه حنفی کو مهدی، هادی اور هارون‌الرشید کے دور حکومت میں حکومتی حمایت حاصل رہی اور دینی امور کی بھاگ دوڑ حنفی علما کے ہاتھ میں رہی ، جبکہ امام موسی کاظمؑ حکومت کے غیض و غضب کا شکار ہو کر زندان کی سلاخوں میں اپنے عزیزوں کے دیدار کو ترستے رہے اور شہید ہوئے ۔ اسی طرح ان کے والد گرامی امام جعفر صادقؑ اور ان کے والد گرامی امام محمد باقرؑ حکمرانوں کی طرف سے سیاسی دباؤ اور بے توجہی کا شکار رہے۔ لیکن امام مالک کو حکومتی مفتی کے طور پر تسلیم کیا گیا ، یہاں تک کہ ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات سے توجہ ہٹانے کے لئے امام مالک سے کہا گیا کہ وہ حدیث کی کتاب کوئی تحریر کرے اور اسی کے نتیجے میں امام مالک نے موطا نامی کتاب لکھی۔

حکمرانوں کا ائمہ اہل بیتؑ کے ساتھ یہ رویہ حقیقت میں ائمہ اہل بیتؑ کے علمی ، فکری اور دینی خدمات کے خلاف جنگ تھی جس کے نتیجه میں هی بهت سے لوگ خاندان نبوت کی تعلیمات سے محروم هوگئےکیونکه حکمرانوں کی اهل بیتؑ مخالف سیاست کی وجه سے مسلمانوں کی اهم ترین کتابوں میں آل رسولؐ کی تعلیمات کو اهمیت نهیں دی گئی اور بعد میں یهی کتابیں مسلمانوں کی اکثریت کے نزدیک قرآن مجید کے بعد اسلامی تعلیمات کے معتبر ترین سرچشمه کی حیثیت اختیار کر گئی،جبکه یه کتابیں اهل بیتؑ کی تعلیمات اور ان کے توسط سے نقل شده احادیث سے خالی هیں اور یه عجیب المیه ہے کیونکه ایک طرف سے امیر المئومنینؑ اور باقی ائمهؑ دین شناسی میں اپنےدور میں سب سے ماهر تھے، دوسری طرف رسول الله نے انهیں اسلامی تعلیمات کے محافظ اور عظیم سرچشمه کے طور پر متعارف کرا کے ان کی اطاعت کی صورت میں گمراهی سے نجات کی ضمانت دی تھی۔ لیکن حضور پاک کے بعد ان کی آلؑ کے سلسلے میں غلط سیاست کے نتیجه میں اسلامی تعلیمات کے اصلی سرچشمه سے امت دور هوتی گئ اور یه سلسله اب بھی جاری هے.

امام موسیٰ کاظمؑ اپنے والد کی شہادت کے بعد سخت ترین سیاسی دباؤ کا سامنا کرتے رہے ۔تاریخ میں امام موسیٰ کاظمؑ اور عباسی حاکموں کے درمیان کش مکش کے بہت سے واقعات نقل ہوئے ہیں،جس کی واضح دلیل آپ کو مدینے سے بغداد منتقل کرنا اور کئی مرتبہ زندان میں ڈالنا اور آپ کے بابرکت زندگی کے چراغ کا انھیں حاکموں کے زندانوں میں خاتمہ ہونا ہے ۔جو حقیقت میں آپ کا اپنے دور کے حاکموں کے بارے میں موقف اور حاکموں کا اہل بیتؑ کے بارے میں رویہ کو سامنے لانے کے لئے کافی ہے .

عظمت سادات کے دفاع میں امام موسی کاظمؑ کا کردار :

رسول الله نے اهل بیتؑ کےحقوق ، ان کی شان و مقام اور ان کی نسبت سے امت کی ذمه داریاں بیان فرمایا اور اپنی ذریت کاپاس رکھنے، ان سے محبت اور ان کی پیروی کا حکم دیا ۔لیکن حضور کے بعد آپ کی آل کے ساتھ وہ رویہ نہیں اپنایا گیا جسکا آپ نے امت سے تقاضا کیا تھا. تاریخ کا مطالعہ رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ خاص کر بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں اس پاکیزہ خاندان سے محبت اور ان کی پیروی جرم قرار پایا.ان سے اظہار عقیدت کرنے والے بهت سے لوگوں کو قتل کیے گئے .

هم ذیل میں قرآن و سنت میں موجود اهل بیتؑ کے چندمسلم حقوق اور ان کی نسبت سے امت کی دینی ذمه داریوں کی طرف اشاره اور ان حقوق اور ذمه داریوں سے دفاع کے سلسلے میں امام موسی کاظمؑ کی کوششوں کے چند نمونوں کی طرف یهاں اشاره کرتے هیں.

الف : فرزند رسول ہونے کی حیثیت کا انکار: خاص کر امام حسنؑ و امام حسینؑ کو ذریت اور فرزند رسول سے قرار دینا خود قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق هے.جیساکه حضور نے بارها اس کو بیان فرمایا: یه میرے اور میری بیٹی کے بیٹے هیں[75]. الله نے هر نبی کی ذریت اس کی پشت سے پیدا کی اور میری ذریت کو علی ابن ابی طالبؑ کی پشت سے پیدا فرمایا[76].جب آیت مباهله نازل هوئی تو آنحضرت حسنینؑ کو بیٹے کے طور پر میدان مباهله لے گئے.

لیکن بعض کو یه نسبت پسند نه آئی.اہل بیتؑ کے مقام کو گرانے کی خاطر خاص کر امام حسنؑ و امام

حسینؑ کو فرزند رسول کی حیثیت سے قبول کرنے کی سختی سے مخالفت کی گئی[77] بنی امیہ کے دور میں یہ کوشش پوری شدت کےساتھ جاری رہی . یہاں تک کی امام حسینؑ کو ایک باغی اور خلیفہ کے دشمن کا عنوان دے کر انھیں شھید اور حضور کی نواسیوں کو اسیر بنا کر بازاروں اور درباروں میں پھرایا گیااور یہ کام در حقیقت قرآن و سنت کے واضح دستور سے سر پیچی اورحضور کے علوم کے ان وارثوں اور دینی پیشوادں کے خلاف بنی امیہ کی محاذ آرائی کانتیجہ تھا.یہی وجہ ھے کہ امام حسین ؑ اور ان کے یار و انصار کی شھادت اور اسیران کربلا کی عظیم قربانی نے بنی امیہ کی اس شیطانی سیاست کو خاک میں ملائی اور خاص کر اسیران کربلا بنی امیہ کے حکمرانوں کے چھرے سے نقاب ھٹا کر دشمنان اھل بیتؑ کے مرکز شام میں اھل بیتؑ کے فضائل بیان کر کے لوگوں کو یہ بتانے میں کامیاب ہوئے کہ جن ھستیوں کے خلاف بنی امیہ والے اسلام دشمنی کی نسبت دے رھے تھے وہ حقیقت میں دین کے محافظ اور رسو ل اللہ کے فرزند اور نواسے اور نواسیاں ھیں اور جو لوگ اھل بیت رسولؐ سے دشمنی کی سیاست پر عمل پیرا ھیں وھی حقیقت میں دین کے دشمن ھیں.

اھل بیتؑ کے مقام و منزلت سے مقابلہ کا سلسلہ بنی امیہ کے بعد بھی جاری رھا. لوگ کیونکہ علویوں[78]کو اولاد رسول اللہؐ کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور محبان اھل بیت کے دلوں میں جو محبت علویوں کو حاصل تھی بنی عباس اس سے محروم تھے ، حیساکہ بیان ھوا اس کی بنیادی وجہ خود نبی کریم کا اولاد جناب فاطمہؑ کے ساتھ برتاؤ تھا . لوگ صرف آل علیؑ کو ھی باقی بچ جانے والی نسل پیغمبر سمجھتے تھے اور واقعہ کربلا کے بعد اھل بیتؑ کی مظلومیت نے لوگوں کے درمیان ان کی سماجی حیثیت کو حیرت انگیز طور پر بلند کیا تھا. آل رسولؑ کو حاصل اس غیر معمولی اھمیت، احترام اور اثر و رسوخ سے حکمران وحشت زدہ تھے۔ لہذا بنی عباس نے بھی اقتدار سنبھالتے ہی بنی امیہ کی طرح علویوں کو اپنا سیاسی رقیب قرار دے کر ان کی اس حیثیت کا انکار کرنے کی کوششوں کو تیز کر دیا ۔ خاص کر امام حسنؑ اور امام حسینؑکو فرزند رسول کھنا بنی عباس پر اس لئے بھی گراں گزرتی کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ کے چچا کی اولاد تھے اور اسی کو اپنی خلافت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے ۔ اسی لئے کوشش کرتے کہ حسنینؑ اور ان کی اولاد {علویوں } کو حضور پاک کی اولاد کھنے کے بجائے حضرت علیؑ کی اولاد کھا جائے.جیساکہ ہارون الرشید کا اہل بیتؑ کے ساتھ رویہ اس بات پر شاہد ہے ۔ ہارون الرشید حج کے لئے گیا اور مدینہ میں امام موسی کاظمؑ کی موجود گی میں اپنے ارد گرد لوگوں پر فخر کرنے کی خاطر رسول اللہ کے قبر اطہر کی طرف رخ کر کے یوں سلام کیا :السلام عليك يارسول الله ياابن عم،سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ ، اے چچا کے بیٹے ۔ امام موسیٰ کاظمؑ اس کے مقصد کو سمجھ گئے۔ آپ آگے بڑھے اور رسول اللہ کے روضہ کی طرف رخ کر کے فرمایا :السلام عليك يأأبت۔ سلام ہو آپ پر اے بابا۔ یہ سن کر ہارون کا چہرہ فق ہوگیا اور امام سے مخاطب ہو کر کہا ۔ اے ابوالحسن یہ واقعاً باعث افتخار ہے۔[79] امام کا یہ عمل ہارون کے خلاف ایک سیاسی اقدام تھا ،اس کے بعد ہی اس نے آپ کے گرفتاری کا حکم دیا[80] ۔

ایک دفعہ ہارون نے امام سے سوال کیا : آپ کیسے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کی ذریت میں سے ہیں حالانکہ نبی کا کوئی بیٹا نہیں تھا اور آپ لوگ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں ؟ امام نے اس کے سامنے دو دلیلیں پیش کیں ، پہلی سورہ انعام کی آیت 85 ،جو حضرت عیسیؑ کو حضرت ابراہیم ؑ کا بیٹا قرار دیتی ہے[کیونکہ حضرت عیسیؑ کا باپ نہیں ہے آپ کی ماں جناب مریمؑ کی وجہ سے آپ کو جناب ابراہیمؑ کے

اولاد میں سے قرار دیا گیا اور دوسری آیت مباہلہ ہے کہ جس میں حسنینؑ کو {أَبْنَاءَنَا}[آلعمران: 61]"ہمارے بیٹے"کا مصداق قرار دیا[81].اس میں حضور نے نصاریٰ سے مباہلہ کرنے کے لئے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو میدان میں لے گیا۔ لہذا خود قرآن اور رسول اللہ نے انہیں اپنا بیٹا کہا ہے ۔

اسی سلسلے میں امام موسی کاظمؑ نے ایک دفعہ ہارون الرشید کو یوں جواب دیا : رسول اللہ زندہ ہو جائیں اور تم سے تمہاری بیٹی کا رشتہ مانگیں تو کیا تم انہیں رشتہ دو گے ؟ھارون الرشید نے کہا: اس رشتہ پر تو میں عرب و عجم میں سب پر فخر کروں گا ۔امام نے فرمایا : ہم ایسا نہیں کر سکتے ،نہ آپ ہم سے ایسا رشتہ مانگیں گے نہ میں اپنی بیٹی کا انہیں رشتہ دوں گا ، کیونکہ ہم ان کی نسل سے ہیں اور تم ان کی نسل سے نہیں[82]۔

ب : فدک کا مسئلہ : فدک اھل بیتؑ کےان اھم حقوق میں سےھے جو رسول اللّٰہ کی رحلت کے بعد خاندان نبوت اور خلفا کے درمیان سخت مورد نزاع رہا ۔ جیساکہ آل رسولؑ کے مقام اور حقوق سے دفاع کے سلسلے میں امام موسی کاظمؑ اور اپنے زمانے کے حکّام کے درمیان کشمکش کے بہت سے واقعات تاریخ نے نقل کیا ہے ۔اس سلسلے کا ایک اہم واقعہ مسئلہ فدک کے سلسلے میں امام اور خلیفہ مہدی عباسی کے درمیان یوں پیش آیا کہ ایک دفعہ امام نے دیکھا کہ وہ رد مظالم[ظلم کر کے لیے گئے مال کو واپس کرنا] کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا: ہم سے لیا گیا مال کیوں ہمیں واپس نہیں کرتے ؟ اس نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ امام نے اس کے سامنے فدک کے قصے کو دہرایا کہ یہ بغیر کسی جنگ کے ملا تھا لہذا خالصتا رسول اللہ کی ملکیت تھی[83]، جسے آپ نے اپنی بیٹی کو عطا کردیا تھا[84] اور جناب فاطمہؑ بھی فدک کے بارے میں یہی کہہ رہی تھی کہ اسے رسول اللہ نے اپنی زندگی میں ہی مجھے دیا ہے[85] اور امام علیؑ ، امام حسنؑ ، امام حسینؑ اور جناب ام ایمن نے اس کی گواہی دی[86].جناب ابوبکر فدک ،حضرت فاطمہؑ کو واپس لوٹانے پر تیار ہوگئے تھے لیکن خلیفہ دوم نے ایسا ہونے نہیں دیا[87]۔مہدی عباسی نے امام کی باتیں سن کر امام سے اس کے حدود واضح کر نے کے لئے کہا ۔ امام نے فدک کے حدود بیان فرمایا ،تو خلیفہ بولا : یہ تو بہت زیادہ ہے ، میں اس بارے میں سوچوں گا[88]. جیساکہ بعض نقلوں کے مطابق ہارون رشید نے بھی ایک دفعہ امام سے کہا کہ آپ مجھ سے فدک لے لیں تو امام نے فرمایا کہ میں اگر لوں تو اس کو اپنی تمام حدوں کے ساتھ لوں گا، ہارون الرشید نے کہا : اس کی کیا حد ہے تو اس وقت بھی آپ نےجب فدک کی حد بیان کیا تو اس سے ہارون کے چہرے کا رنگ بدل گیا کیونکہ آپ نے اس کی حکومت کے تمام سرحدوں کو فدک کے حدود کے طور پر معین فرمایا تھا[89] ۔ امام در واقع یہ بتانا چاہتے تھے کہ حکومت ہمارا حق ہے اور یہ ہم سے غصب کیا ہوا ہے اور فدک کا ہم سے چھن جانا سیاسی مسئلہ تھا ۔ جیساکہ امیر المومنینؑ نے بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ فرمایا [90]۔

ج: خمس کا مسئلہ :رسول اللہ کی ذریت کے ساتھ روا ر کھنے والے کاموں میں سے ایک انہیں خمس سے محروم کرنا ہے ،جبکہ اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کو آل رسولؑ کے لئے قرار دیا ہے[91] اور سنت سے بھی یہی ثابت ہے [92].جیساکہ جناب فاطمہ زہراؑ نے جن چیزوں کا رسول اللہ کے بعد خلیفہ اول سے مطالبہ کیا ان میں سے ایک یہی حق تھا اور جب خلیفہ نے دینے سے انکار کیا تو آپ ناراض ہوئیں اور مرنے تک خلیفہ سے بات نہیں کی[93] ۔

جیساکہ مکتب اہل بیتؑ کے پیروکار خمس ائمہ اہل بیتؑ میں سے اپنے وقت کے امام یا ان کے وکیلوں تک پہنچانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور یہ آج بھی ان میں یہ رائج ہے مثلاًخمس کے موارد میں سے ایک سالانہ اخراجات سے بچ جانے کی صورت میں مال کےپانچویں حصے کو خمس کے نام سے جدا کرنا ہے اور اس کا ایک حصہ سہم سادات اور ایک حصہ سہم امام کے نام سے ہوتا ہے ،سہم امام غیر سادات غریب و غربا وغیرہ کے لئے ہے اور سہم سادات آل رسولؐ سے تعلق رکھنے والے غریب اور محتاج لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ لیکن اہل تشیع کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی اور گروہ سادات کے اس قرآن و سنت میں ثابت حق کو ادا نہیں کرتے اور یہ حقیقت میں اسی سیاست کا نتیجہ ہے جو شروع میں اہل بیتؑ کی مخالفت میں رائج تھی اور اس سے آج بھی مسلمانوں کی اکثریت متائثر ہے۔

ائمہ اہل بیتؑ اپنے دوسرے حقوق کی طرح اس حق کے بھی دفاع کرتے رہے۔.ایک دفعہ ہارون نے امام کاظمؑ سے کہا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ خمس تمہارا حق ہے؟ آپ نے فرمایا : یہ ہمارا حق ہے ، ہارون نے کہا : یہ تو آپ لوگوں کے لئے زیادہ ہے تو آپ نے جواب دیا : یہ تو وہ جانتا تھا جس نے یہ ہمارے لئے قرار دیا ہے [94]۔جیساکہ امام موسی کاظمؑ سے نقل ہوا ہے :اللہ نے ان کے لئے ہی خمس کو قرار دیا ہے اور یہ صدقات کے مقابلے میں ہے [جو سادات پر حرام ہے]... تاکہ آلرسولؐ اس کے ذریعے بے نیاز ہو اور ذلیل و رسوا ہونے سے بچ سکے[95].

لہذا امام موسیٰ کاظم ؑ نے بھی دوسرے ائمہ اہل بیتؑ کی طرح جتنا ممکن تھا ، اہل بیت مخالف سیاست کا مقابلہ کیا اور قرآن و سنت کی روشنی میں آل رسولؐ کی عظمت اور حقوق سے دفاع کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

د: خلافت اور امامت اهل بیت سے دفاع :

اس میں شک نهیں که کسی اہم پوسٹ کا مالک چلا جائے تو اس کا جانشین کہلانے کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو اس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کا اہل ہو اور یہ تب ممکن هے کہ جب جانشین اپنے سے پہلے والے شخص جیسی خصوصات کا مالک ہو یا کم از کم دوسروں کی نسبت سے ان خصوصیات میں اس کے ساتھ زیادہ نزدیک ہو جس کا یہ جانشین بن رہا ہے ۔ رسول اللہؐ ہر چیز سے پہلے دین کے ہادی اور پیشوا تھے۔دین کی حفاظت اور نشر و اشاعت ، سب سے زیادہ دین کی معرفت رکھنا ،آنحضرتؐ کی بنیادی خصوصیات اور ذمہ داریوں میں سے تھا .لہذا پیغمبر کا جانشین وہی ہوسکتا ہے جو آنحضرتؐ کے بعد اسلامی معاشرے کی ہدایت اور رہبری، معارف دین کی تفسیر اور تبیین کا ذمہ دار اور اس عہدے کی اہلیت رکھتا ہو ، خواہ حکومت اس کے ہاتھ میں ہو یا نہ ہو وہ رسول پاکؐ کا حقیقی جانشین کہلائے گا . اسی منطق اور اصول کے مطابق ائمه اهل بیتؑ هی رسول اللہ کے حقیقی جانشین هیں اور آنحضرت نے بھی انهیں اپنا جانشین قرار دے کر ان کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ۔ جیساکہ آپ نے فرمایا :

إني قد تركت فيكم الخليفتين كتاب اللہ وعترتي وإنهما لن يتفرقا[96]

فانظرواكيف تخلفوني فيهما[97]

ـترجمہ : میں تمہارے درمیان دو جانشین چھوڑے جارہا ہوں ، اللہ کی کتاب اور میری عترت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ۔ دیکھنا تم لوگ ان کے بارے میں میری وصیت کی کس طرح پاسداری کروگے
-

لیکن حضور کی وفات کے بعد جو واقعات پیش ائے کہ جنکی وجہ سے نہ صرف انھیں دینی پیشوا تسلیم کر کے دینی تعلیمات کو ان سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ برعکس انھیں اپنا تابع بنانے کی کوشش کی گئی .

امام موسی کاظمؑ نےبھی دوسرے اماموں کی طرح اھل بیتؑ کے اس مقام سے دفاع کیا اور مناسب طریقے سے لوگوں کو یہ بتاتے رھے کہ اللّٰہ اور اللّٰہ کے رسول کے فرمان کے مطابق لوگوں کو چاھے کہ وہ ھماری اطاعت کریں. اس سلسلے میں امامؑ کے بعض فرامین یہ ھیں:

إنَّ الاَرْضَ لا تَخْلُو مِنْ حُجَّةٍ، وَ انَا وَاللّهِ ذلِكَ الْحُجَّةُ..[98]

ترجمہ، زمین کسی وقت اللہ کی حجت سے خالی نہیں ہے اور میں اللہ کی قسم، اللہ کی حجت ہوں ۔

إ نَّما امِرْتُمْ انْ تَسْئَلُوا، وَلَيْسَ عَلَيْنَاالْجَوابُ، إنَّما ذلِكَ إلَيْنا.[99]

ترجمہ، تم لوگوں کو یہ حکم ہے کہ ہم سے پوچھے، لیکن ہم پر جواب دینا ضروری نہیں ہے یہ ہماری مرضی کے مطابق ہے(اگر مصلحت ہو تو جواب دیتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں.)

یونس نے عرض کیا:مولا لوگ ہمیں [آپ لوگوں کی پیروی اور دوسروں سے دوری کی وجہ سے] بے دین اور زندیق کہتے ہیں، آپ نے فرمایا : لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ دو تمہارے ہاتھ میں جواہرات [سونا وغیرہ] ہو اور لوگ کہیں یہ کنکریاں ہیں یا تمہارے ہاتھ میں کنکریاں ہو اور لوگ کہے یہ جواہرات ہیں تو اس طرح کہنے سے تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان نہیں ہوگا[100]۔

امام کے اس نورانی کلام کا معنی یہ ہے کہ جب قرآن و سنت کے مطابق ہماری پیروی حق اور ہم سے دور رہنا حق سے دوری ہے تو جہالت یا تعصب کی وجہ سے لوگ تمہیں کافر اور مشرک کہیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ اس قسم کی سوچ رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ کیسے اہل بیتؑ کے پیروکار اور ان کے علوم کے وارثوں کو گمراہ اور کافر اور خود کو ہی ہدایت یافتہ کہتے ہیں ؟ کیوں رسول اللہ کے علوم تک پہنچنے کے اصلی اور قابل اعتماد ترین دروازے سے دینی تعلیمات حاصل کر کے آل رسولؐ کے مذہب و مرام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی بجائے ان کی تعلیمات کے محافظ اور وارثوں کو ہی گمراہ اور جاہل کہنے پر کمر بستہ ہے ؟

اپنے پیرو اور چاھنے والوں کی حفاظت کا بندو بست:
اپنے طرفداروں کی حفاظت کے لئے سارے ائمہ اھل بیتؑ زمانے کی نزاکتوں کے ساتھ اس سلسلے میں مناسب انتظام کرتے رھے .ائمہ اھل بیتؑ کو رسول اللّٰہ کے حقیقی جانشین سمجھ کر ان کی تعلیمات کو نشر کرنے والوں کو بد خواھوں کی گزند سے محفوظ رکھنے کے لئے ائمہ اھل بیتؑ مختلف طریقے اپناتے.کیونکہ

اهل بیتؑ کی اطاعت واجب ہونے کا عقیدہ ہر دور میں حاکموں کے لئے خوف و حراس کا باعث بنا رہا.اسی وجہ سے ائمہ اہل بیتؑ کے مخالف حکمرانوں نے ہمیشہ ہر ممکن طریقے سے اس قسم کے عقیدہ رکھنے والوں کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی. ائمہؑ کی طرف سے اپنے چاہنے والوں کی حفاظت کےسلسلے کا ایک اہم طریقہ خاص کر اہل بیتؑ کے بارے اپنے عقیدے کو مخالفین سے چھپانے کا دستور تھا تاکہ اہل بیتؑ کی دینی پیشوائی اور ان کی اطاعت واجب ہونے کی فکر کو جرم قرار دینے والے حاکموں کے خون آشام درندوں سے اہل بیتؑ کے پیروکاوں کی جانیں محفوظ رہ سکے. اور اسی عمل کو مکتب اہل بیتؑ میں تقیہ سے تعبیر کی جاتی ھے[101] اور جب اس عمل کی وجہ سے مخالفین اہل بیتؑ کے چاھنے والوں پر کاری ضرب لگانے سے عاجز ہوئے تو اس تقیہ کے عمل کو منافقت سے تعبیر کر کے ان کے خلاف الزام تراشی کا سلسلہ شروع کیا اور یہ اب بھی جاری ھے.

امام موسی کاظمؑ کے دور میں بھی آل رسولؐ کی اطاعت کو واجب سمجھنے والوں اور ان کے شاگردوں کے ساتھ حاکموں کا رویہ انتہائی سخت تھا۔ امام موسی کاظمؑ کا ایک پیرو اور محب علی بن یقطین ہارون الرشید کے دربار میں کافی اثر و رسوخ کا مالک تھا اور امامؑ نے اس تاکید کے ساتھ انھیں دربار میں رھنے کی اجازت دی تھی کہ وہ حاکموں کے ظلم سے اہل بیتؑ کے چاھنے والوں کی حفاظت کرے اور ان مظلوموں کی ہر ممکن مدد کرے.یہاں تک کہ ایک دفعہ اس نے امام سے دربار چھوڑنے کی اجازت مانگی تو امام نے فرمایا: ایسا نہ کرنا کیونکہ ھم تمہارے وھاں ہونے سے مطمئن ھیں تم اپنے بھائیوں کے لئے باعث عزت ھو اور شاید تمہارے وسیلے سے اپنے دوستوں میں سے کسی کی شکست کی تلافی کرے اور ان کے خلاف مخالفین کی سازشوں کو نقش برآب کردے. اےعلی !اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرنا تمہارے گناھوں کا کفارہ ھے[102].

دوسری جگہ آپؑ نے فرمایا: اے علی! ظالموں کے دوستوں کی صفوں میں اللہ کے بھی ایسے دوست ھیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے دوستوں کو شر سے محفوظ رکھتا ھے اور اے علی! تم ان میں سے ھو[103].لھذا ایک طرف امامؑ اپنے چاھنے والوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے کوشش کرتے رھے. دوسری طرف آپؑ انھیں انتہائی راز داری سے کام لینے کی سفارش بھی کرتے تھے یھی وجہ ھے کہ جب دربار میں بعض نے علی بن یقطین کے خلاف ھارون کا کان بھرااور خلیفہ سے کہا گیا کہ وہ ھمارے طریقے کے خلاف ھے اور علی بن موسیؑ کی اتباع کرتا ھے. تو اس سے پہلے کہ خلیفہ کو پتہ چلے امامؑ نے انھیں تقیہ سے کام لے کر دوسروں کی طرح وضو کرنے کا حکم دیا۔ جب خطرہ ٹل گیا تو امام نے انھیں دوبارہ اہل بیتؑ کے طریقے کے مطابق وضو کرنے کا حکم دیا[104].

امام کا یہ طرز عمل حقیقت میں اہل بیتؑ کی پیروی کرنے والوں، اپنے شاگردوں اور خاص اصحاب کی حفاظت کے ذریعےخالص اسلامی تعلیمات نشر کرنے کی کوششوں کا وہ تسلسل تھا کہ جس کی خاطر ائمہ اہل بیتؑ نے بے پناہ قربانیاں پیش کی اور دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ کے اس عظیم الھی فریضے پر عمل پیرا ھو ئے جو رسول اللہ کے حقیقی جانشین اور ان کے بعد لوگوں کے دینی پیشوا ہونے کی وجہ سے آپ حضراتؑ کی ذمے تھے .لیکن حکومت اور اقتدار کے حریص حکمرانوں کو یہ بھی ناگوار گزری اور ذریت رسولؐ کے ان روشن چراغوں کو خاموش کرنے کی غیر انسانی طرز عمل کے ذریعے قافلہ انسانیت کے قافلہ سالاروں سے انسانوں کو محروم کرتے رھے.

آل رسول کا یہ روشن ستارا کیسے غروب ہوا :

ائمہ اہل بیتؑ میں امام موسی کاظمؑ وہ مظلوم امام ہیں جنہوں نے زندگی کی ایک طویل مدت{بعض کے مطابق ١٧ سال} زندانوں میں بسر کی اور عباسی حکمران مختلف بہانوں سے آپ کو زندان میں ڈالتے تھے اور کئ بار آپ معجزانہ طور پر ان کے زندان سے رہا ہوئے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل واقعات قابل ذکر ہیں .

جب آپؑ کو ہادی عباسی کے عزائم کا پتہ چلا اور آپؑ کی جان کا خطرہ لاحق ہوا تو آپؑ نے اس کے حق میں نفرین فرمائی اور ایک مفصل دعا، دعای جوشن صغیر امام نے پڑھی اور آپ نے اس کی خبر بھی دی کہ وہ مجھے کوئی گزند پہنچانے سے پہلے ہی مرجائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ہادی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی مر گیا اور یوں امام اس کے گزند سے محفوظ رہے[105]۔

مہدی عباسی کے دور میں امام پر الزام لگا کر آپ کو زندان میں ڈال دیا کیونکہ آپ کی علمی سرگرمیوں اور بخششوں نے اسے وحشت زدہ کر دیا تھا اس نے امام کو گرفتار کر کے بغداد میں زندانی بنا دیا ،لیکن ایک رات اس نے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے:{ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کروگے اور قرابتداروں سے قطع تعلق کر لو گے ۔ سورہ محمد ۔آیت 22} اس وقت وہ نیند سے سے اٹھا اور امام سے اپنے خلاف قیام نہ کرنے کا وعدہ لے کر انہیں آزاد کردیا[106] ۔

ایسا ہی واقعہ ہارون کے دور میں بھی پیش آیا، عبد اللہ بن مالک کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے رات پریشانی کے عالم میں مجھے بلایا اور کہا : میں نے نیند میں ایک حبشی کو دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر موسیٰ کاظمؑ کو آزاد نہ کیا گیا تو تمہیں نہیں چھوڑوں گا[107] اسی وجہ سے اس نے امام کو آزاد کردیا .امام اس رہائی کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : کہ میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے تھے اے موسیٰ : آپ کو مظلومی کی حالت میں زندان میں رکھا ہوا ہے اس کے بعد ایک دعا تعلیم دی اور فرمایا اگر اسے پڑھے تو آج رات ہی آزاد ہوجاوگے اور وہ دعا یہ ہے :

يا سامع كل صوت، ويا سابق الفوْت، ويا كاسي العظام لحماً ومنشرها بعد الموت أسألك بأسمائك الحسنى وبإسمك الأعظم الأكبر المخزون المكنون الذي لم يطلع عليه أحد من المخلوقين، يا حليماً ذا أناة لا يُقْوي على أناته ياذا المعروف الذي لا ينقطع أبداً، ولا يُحْصَى عمداً، فرج عني، فكان ما ترى….[108]

آخری دفعہ ہارون الرشید 179 ھ میں حجاز گیا اور مدینہ جاکر امام کاظمؑ پر امت میں خون خرابے کا الزام لگایا اور رسول اللہ کے روضے مبارک سے مخاطب ہو کر کہا : یا رسول اللہ جو کام میں کرنا چاہتا ہوں اس پر میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں،میں موسیٰ بن جعفر کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ امت میں اختلاف اور خون خرابہ کرنا چاہتا ہے.ہارون نے بعض نقلوں کے مطابق مسجد نبوی میں ہی امامؑ کی گرفتاری کا حکم جاری کیااور دو قافلے تیار کروا کر ایک کو کوفہ اور ایک کو بصرہ کی طرف روانہ کیا تاکہ لوگوں کو امام کے قید خانے کی خبر نہ ہو ۔ بغیر کسی دلیل کے آپ پر تہمت لگا کر آپ کو قیدی بنا نا جہاں امام کے لوگوں میں مقبولیت کی دلیل ہے وہاں عباسی حکمرانوں کی تمام تر قدرت کے باوجود امام کے مقابلے میں فکری اور سیاسی میدان میں کمزوری کی دلیل بھی ہے۔اسی لئے تہمت اور بے جرم قیدی بنانے کے عمل کے ذریعے استبداد اور

شدت پسندی کی سیاست کو اخلاقی اور دینی اصولوں پر مقدم رکھی گئ ۔

امامؑ کو ہارون کے حکم سے بصرہ میں عیسی بن جعفر کے پاس زندانی بنایا ,جب وہ امام کے خلاف کسی قسم کی شاہد تلاش کرنے سے عاجز ہوا اور امام کی عبادت اور اللہ سے راز ونیاز کی کیفت دیکھ کر یہ احساس کرنے لگا کہ کہیں ان کی بدعا کی زد میں نہ آئے ، اس نے ایک سال کے بعد ہارون رشید کو خط لکھا کہ اگر انہیں کسی اور کے حوالےنہ کیا جائے تو میں انہیں آزاد کردونگا.اس کے بعد امام کوبغداد میں فضل بن ربیع کے پاس ایک طویل مدت زندان میں رکھا لیکن وہ بھی امام کو شہید کرنے کے ہارون کی خواہش کو عملی جامعہ پہنانے کی جرات نہ کرسکا۔ پھر امام کو فضل بن یحیٰ کے پاس زندان میں رکھااور جب ہارون الرشید نے سنا کہ فضل بھی امام سے متائثر ہو کر ان کا احترام کرنے لگا ہے تو اس نے علی الاعلان اس پر لعنت کی اور اس کو سو کوڑے لگوائے[109]۔

امام کو آخر کار سندي بن شاهك کے حوالے کیا اور آپ اسی شقی کے زندان میں شہید ہوئے.کیونکہ آپ کی شہادت مخفی طور پر ہوئی ۔ لہذا اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ کو کس طرف شہید کیا گیا ۔بعض اس کو زہر کا اثر قرار دیتے ہیں بعض قالین میں لپیٹ کر دبانے اور بعض پگھلا ہوا سیسہ آپ کے حلق میں ڈالنے کا اثر کہتے ہیں[110]اور یوں سُلالہ زہراؑ کا یہ چراغ بھی انہیں حاکموں کے زندانوں میں گل ہوا[111]۔فاطمہ زہراؑ کے لال اپنے عزیزوں سے دور غربت کے عالم میں ظالموں کے زندان میں شہید ہوئے۔آپ کے بچے اور عقیدت مند آپ سے ملاقات کے لئے ترستے رہے اور آپ بھی اپنے بچوں کے دیدار کی آرزو میں آہیں بھرتے رہے اور یوں ان ظالموں نے انسانیت کے قافلے کو ایک ایسے الہٰی رہبر کے وجود سے محروم کر دیا کہ جن کی اطاعت اور پیروی کو رسول اللہ نے باعث نجات قرار دیا تھا ۔

جرم چھپانے کی ناکام کوشش :

ہارون رشید کے زندان میں ہی آپ کی بابرکت زندگی کا خاتمہ ہوا لیکن خاندان نبوت کے ساتھ کیے اس ظلم کو چھپانے اور یہ بتانے کے لئے کہ امام طبی موت دنیا سے گئے ہیں، بعض اپنے ہم خیال علماء اور دوسرے لوگوں کو بلایا اور ان سے یہ گواہی لی کہ امام کے جسم پر کسی قسم کے شکنجے کی نشانی وغیرہ نہیں ہے اور آپ کے جسد مبارک کو بغداد کے پل پر رکھ کر یہ کہا گیا کہ یہ رافضوں[شیعوں] کے امام ہیں جو دنیا سے طبی موت مرے ہیں اور بعد میں یہ شور مچایا کہ شیعہ کیونکہ آپ کے مہدویت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ان کی موت کو نہیں مانتے، اس لئے ان کے جنازے کو بغداد کے پل پر رکھا گیا ، جبکہ یہ ان پر تہمت کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ شیعہ بارہ امامی کبھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتے ،کیونکہ وہ رسول اللہ کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے اس چیز کے قائل ہیں کہ رسول اللہ کے جانشیوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے امام کاظمؑساتویں ہیں[112]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام بغیر کسی جرم کے ایک طویل مدت عباسی حکمرانوں کے زندانوں میں مصائب جھیلتے رہے ۔خود امام موسی کاظمؑ نے زندان میں ہونے والے مصائب کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے یوں خط لکھا : اے ہارون مجھ پر مصیبت کے جتنے دن گذرتے ہیں اتنے ہی تم پر خوشی کے دن گذر رہے ہیں۔ لیکن ایک نہ گذرنے والا دن بھی ہوگا اس دن باطل والے نقصان میں ہونگے[113][یعنی میرا اور تیرا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، دیکھنا وہاں پر کون خوش ہوگا اور کون مصیبت میں گرفتار ہوگا]۔

تیسری فصل : اہل علم حضرات سے چند علمی باتیں :
ہم تحریر کے اس حصے میں اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم کا مطالعہ رکھنے اور   تحقیق کے شوقین حضرات کے سامنے   ائمہ اہل بیتؑ کے ساتھ کیے طرز عمل کے سلسلے میں چند مطالب کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں ۔

امت میں فتنہ اندازی کا الزام کن پر لگنا چاہیے ؟
حکمران ائمہ اہل بیتؑ کو اپنا سیاسی رقیب سمجھتے تھے، اسی لئے ان پر دباو ڈالنے اور عوام میں ان کی مقبولیت اور احترام کو کم کرنے کے لئے ہر قسم کے   حربے استعمال کرتے۔امام موسی کاظمؑ کے والد   گرامی اوران کے   اجداد کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھا گیا، کبھی امت میں اختلاف اور تفرقہ کا الزام لگایا تو کبھی امت میں خون خرابہ اور حکومت کے خلاف لوگوں کو قیام پر آمادہ کرنے کا الزام ۔خود امام موسی کاظمؑ بھی حکمرانوں کے انہیں سیاسی حربوں سے نہ بچ سکے، ان پر ہارون الرشید نے امت میں اختلاف اور خون خرابے کا الزام لگایا اور بغیر شاہد کے   زندان میں ڈال کر آپ کے وجود سے امت کو محروم کر دیا ۔

سوال یہ ہے کہ کیا   واقعا ائمہ اہل بیتؑ فتنے کا باعث تھے یا خود ان کی حکومتیں امت کی تباہی کا باعث تھی؟اگر ہم ائمہ اہل بیت ؑ کی موقف میں دقت کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات ایسی حکومتوں کو ہی امت کے لئے فتنہ اور امت کی تباہی کا سبب سمجھتے تھے ۔جیساکہ جب امیر معاویہ نے امام حسینؑ پر ایسا ہی الزام لگا یا تو امام حسینؑ نے ایک خط میں امیر معاویہ کے دور میں خاصکر اصحاب پیامبر کی بے جرم شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا : اے معاویہ تمہارا یہ کہنا کہ میں اپنےرفتار و دین اور امت محمد کا خیال رکھوں اوراس امت میں اختلاف اور فتنہ پیدا نہ کروں ۔میں نہیں جانتا کہ امت کیلئے تمہاری حکومت سے بڑا اور کوئی فتنہ ہوگا ۔جب میں اپنے فریضے کے بارےسوچتا ہوں اور اپنے دین اور امت محمد پر نظر ڈالتا ہوں تو اس وقت اپنا عظیم فریضہ یہ سمجھتا ہوں کہ تم سے جنگ کروں.... تمہارے جرائم میں سے ناقابل معافی جرم یہ ہے کہ تم نے اپنے شراب خوار اور کتوں سے کھیلنے والے بیٹے کے لئے لوگوں سے بیعت لی ہے۔[114]امام حسینؑ نے بنی امیہ کے خلاف اپنے قیام کی علت کے بیان میں فرمایا : اے لوگو: بنو امیہ کے حکمرانوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کیا ہے خداے رحمن کی اطاعت ترک کردی ہے فساد پھیلا رکھا ہے، قوانین الہی کو معطل کر رکھا ہے، بیت المال کو اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال سمجھا ہے[115].

لہذا ائمہ اہل بیت ؑ کی نظر میں یہ حکومتیں امت کے لئے فتنہ اور امت کی تباہی کا باعث تھی، نہ ائمہ اہل بیت ؑ کی پاکیزہ اور دینی خدمات سے لبریز طرز زندگی، اصلی فتنہ تو دین کے حقیقی محافظوں اوروحیانی علوم کے وارثوں کو   زندان کی سلاخوں میں قیدی بنا کر رکھنا تھا ۔کیونکہ اس فتنے کے نتیجے میں امت ان دینی پیشواؤوں   کی تعلیمات سے دور رہی ۔

اس سلسلے کی عجیب بات یہ ھے کہ ائمہ اھل بیتؑ جن حکومتوں   اور حاکموں کو امت   اور دین کے لئے فتنہ قرار دیتے تھے، بہت سے اسلامی فرقوں کے مذہبی پیشوا اور   پیرو انھیں حاکموں کی اطاعت کو واجب سمجھتےتھے ۔جیساکہ   مختلف   زمانوں میں ان فرقوں کی ترویج و تبلیغ میں انھیں حاکموں کی حمایت ناقابل انکار تاریخی حقیقت ھے.جبکہ ائمہ اھل بیتؑ اور ان کے پیرو ہمیشہ   ان حکومتوں کے غیظ و

غضب اور شکنجوں کی چکی میں پستے رہے۔

بعنوان مثال،امام ابو حنیفہ کے سب سے ممتاز شاگرد ابویوسف ,مهدی، هادی اور هارون‌الرشید کے دور حکومت میں قاضی‌القضات تھا اور ائمہ جمعہ و جماعات انہیں کی مشورے سے تعین ہوتا تھا اور فقہ حنفی کو انہیں حاکموں کی حمایت رہی اور ان حاکموں کو حنفی علما کی بیعت اور حمایت حاصل رہی اور اس کے بعد اہل حدیث کابھی یہی حال تھا ۔جبکہ ان کے برخلاف رسول اللہ کی ذریت انہی حاکموں کے غیض و غضب کا شکار رہی. اسی قسم کی اهل بیتؑ مخالف سیاست کے نتیجے میں مسلمانوں کی اکثریت کے نذدیک معتبر کتابوں میں آٹے میں نمک کے برابر بھی آل رسولؐ کی تعلیمات کو اهمیت نہیں دی گئی اور یوں ان سب نے مل کر امت کو ان غظیم هستیوں کی هدایت کے سایے میں چلنے سےمحروم کیا گیا ،جبکہ حضور پاک نے ان کی اطاعت اور پیروی کی صورت میں گمراهی اور ضلالت سے دور رهنے کی ضمانت اور گارنٹی دی تھی[116].

کچھ لوگ آج بھی اهل بیتؑ اور ان کے مخالف خلفاء اور ان سے متاثر مذهبی پیشواو ں کے بارے عجیب الجهن اور تناقض کا شکار هے، نه تو سابقه مذهبی تاریخ سے جان چھڑا سکتے هیں اور نه هی ائمه اهل بیتؑ سے دوری اور بے رخی کا داغ اور الزام سهه سکتے هیں. لهذا عام لوگوں سے اس قسم کی مذهبی اور تاریخی تناقضات چھپانےکے لئے دعوا کرتے هیں که همارا مذهب و مرام اور عقیده ائمه اهل بیتؑ کے مطابق هے اور هم هی ان سے محبت اور ان کی اطاعت کرنے والے هیں.

ستم ظریفی یه هے که جن لوگوں نے قرآن و سنت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے آل رسولؐ سے اظهار عقیدت اور ان کی پیروی کی اور اس راه میں قربانی دیے انهیں یهی لوگ گمراه اور حتی کافر کهنے سے بهی نهیں کتراتے اور ساتھ هی اس بات پر اصرار کرتے هیں که هم اور همارے سلف هی آل رسولؑسے اظهار عقیدت اور پیروی کرنے والے هیں جبکه اس قسم کے دعوے نه ان کی مذهبی تاریخ سے قابل اثبات هیں نه موجوده ان کا علمی ورثه اس کی دلیل بن سکتا هے.

اگرچه اس میں شک نهیں که آج اهل بیتؑ سے اظهار عقیدت کرنے والے کثیر تعداد میں موجو هیں اور یه سب خاندان رسالت سے اظهار عقیدت پر فخر کرتے هیں.لیکن یه بهی ناقابل انکار حقیقت هے که ان کی اکثریت آج بھی اهل بیتؑ کی تعلیمات سے محروم هیں اور اس کی بنیادی وجه ان کی معتبر کتابوں کا اهل بیتؑ کی تعلیمات سے خالی هونا ہے اور خاص کر موجوده دور میں اس محرومی کی ایک اہم وجه اهل بیتؑ کی اطاعت اور ان سے محبت کے بےبنیاد دعوے اور اهل بیتؑ کی تعلیمات کے محافظوں کے خلاف غلط بیانی اور ان پر لگائی جانے والی تهمتیں بھی هیں. اللہ امت مسلمه کو اس قسم کی غیر ذمه دارانه اور منفی پروپگنڈوں سے بچا کر رکھیں اور اهل بیتؑ کی نسبت سےاپنی شرعی فریضے پر عمل پیرا هونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ { آمین یا رب العالمین.}

کیا اولاد رسولؐ کے قاتلوں کو آپ کا جانشین کہا جاسکتا ہے ؟
قرآ ن و سنت کی رو سے آل پیامبرؐ سے محبت[117] اور ان پر درود و سلام مسلمانوں پر فرض ہے[118] امام شافعی نے شعری زبان میں اس کو یوں بیان کیا ہے :

يا اهلَ بيت رسول الله حبّكُم فرض من الله فى القرآن اَنزَلَه.كفاكُم من عظيم الفضل اَنّكمَن لم يُصَلّ عليكم لا صلاة[119].

یعنی اے اہل بیتؑ رسول اللّٰہ :آپ کی محبت کو خدا نے قرآن میں واجب قرار دیا ہے۔ آپ لوگوں کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ اگر کوئی نماز میں آپ لوگوں پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز نماز نہیں۔

لھذا قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں حضور کی آلؑ سے محبت سب پر واجب ہے ۔ ان کا احترام اور ان کی تکریم خود رسول اللہ کے احترام اور تکریم ، ان سے جنگ اور دشمنی خود رسول اللہ سے دشمنی اور جنگ کی مانند ہے[120] ۔

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کیا آل رسولؐ کا کوئی عقیدت مند،قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے حضور کی ذریت اور ان کی عظیم نسل پر ظلم و ستم کرنے والوں کو حضور کا خلیفہ مان سکتا ہے ؟

اگر کوئی اس سوال کا جواب ہا ں میں دے تو یہ قرآن و سنت کے مخالف عمل کی حمایت کرنا ہے اور اگر ہاں میں جواب نہ دے تو یہ بہت سے لوگوں کی مذہبی تاریخ اور مذہبی پیشواؤں کے طرز عمل کی مخالفت کرنا ھے ۔

امام موسی کاظمؑ اور اہل بیتؑ کے علمی وارث کو ن ؟
اس میں شک نہیں کہ علی بن ابی طالبؑ حضور کے سب سے ممتاز شاگرد تھے ،رسول اللہ   سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی سعادت سب سے زیادہ انہیں نصیب ہوئی۔اسی لئے حضور نے آپ کو اپنے علوم کا دروازہ قرار دیا” انا مدینہ العلم و علی بابہا“حضور کی اس لطیف اور خوبصورت تعبیر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور اسلامی تعلیمات کا وارث اور محافظ ہو یا نہ ہو امام علیؑ ضرور آپ کے علوم کے وارث ہیں، اسی طرح کسی اور نے حضور کے علوم کے حقیقی وارث امام علیؑ سے علوم حاصل کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن ان کے فرزند امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ضرور ان سے علوم حاصل کیے ہیں اور یہی بات امام سجادؑ اور باقی ائمہؑ کے بارے میں صحیح ہے کہ دوسرے دینی تعلیمات اور وحیانی علوم   میں حضور کےحقیقی وارث ہو یا نہ ہو ائمہ اہل بیتؑ ضرور دینی علوم کا وارث اور محافظ ہیں ۔اسی لئے رسول اللہ نے قرآن اور ائمہ اہل بیت کے بارے میں خصوصی وصیت کرتے ہوئے جہاں ان کی پیروی کی صورت میں نجات کی ضمانت دی وہاں آپ نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اہل بیتؑتم لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں:

أيهاالناس إني تارك فيكم ماإن أخذتم به لن تضلوابعدي..كِتَابُ لله و عِتْرَتِي....فلا تتقدموهما فتهلكواولاتقصرواعنهما فتهلكواولاتعلموهم فإن هم أعلم منكم[121].

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزوں کو چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر کوئی انہیں تھامے رہے [ان کی پیروی کرے] تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا ، پس ان سے آگے نہیں بڑھنا اور ان سے پیچھے نہیں رہنا ورنہ ہلاک ہو جاو گے ۔ اور انہیں سیکھانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ تم لوگوں سے زیادہ جاننے والے ہیں ۔

اس حدیث میں آپ نے قرآن اور عترت اہل بیت کو ایک ساتھ ذکر کرنے کے ذریعے ہمیں یہ سمجھایا کہ امت

میں کوئی بھی اہل بیت کا ہمتااورمثل نہیں ہے۔ اہل بیتؑ کے اسی عظیم مقام کی وجہ سے امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں: اہل بیت پیغمبر پر نگاہ رکھو اور ان کے راستے کو اختیار کرو ، ان کے نقش قدم پر چلتے رہو کہ وہ نہ تمہیں ہدایت سے باہر لے جائیں گے اور نہ ہی ہلاکت کی طرف پلٹ کر جانے دیں گے۔ وہ ٹھہر جائے تو ٹھہر جاؤ اور وہ اٹھ کھڑے ہوں تو تم بھی کھڑے ہو جاؤ, ان سے آگے نہ نکل جانا ورنہ تم گمراہ ہوجاؤ گے اور پیچھے بھی نہ رہ جانا ورنہ تم ہلاک ہوجاؤ گے[122]۔

ائمہ اہل بیتؑ خود کو ہی سنت کے منتقلی کا سب سے محفوظ ترین دروازہ سمجھتے تھے اور فخر سے کہتے تھے : آل محمد علوم الٰہی کے دروازے ہیں[123] ۔مشرق و مغرب میں جاکر کھنگال ڈالو ، تمہیں صحیح علم ہمارے سوا کہیں اور نہیں ملے گا ۔[124]اے لوگو! کہاں جارہے ہو اور کہاں لے جائے جارہے ہو؟[125] خوش بخت وہ ہے جو ہماری پیروی کرے اور بدبخت وہ ہے جو ہماری مخالفت کرے اور ہم سے دشمنی کرے[126] ۔

ائمہ اہل بیتؑ میں سے امام موسی کاظمؑ کی ذات گرامی بھی انہیں دین کے محافظ اور علوم و معارف دین کے حقیقی وارثوں میں سے تھے۔جیساکہ امامؑ کا علمی آثار خود اس بات پر گواہ ہے کہ آپ دوسرے ائمہ اہل بیت کی مانند دینی تعلیمات کا وہ صاف شفاف سرچشمہ ہیں کہ جن کی اطاعت اور پیروی نجات کا باعث ہے۔

آج کے دور میں سارے اسلامی فرقے اہل بیت کی پیروی اور ان سے دفاع کا دعوا تو کرتے ہیں۔ لیکن کسی کی پیروی اور کسی کو اپنا امام اور ہادی ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی تعلیمات اور سیرت کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد بھی کریں اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ وہ ان کی تعلیمات اور سیرت سے آشنائی بھی رکھتا ہو اور یہ چیزیں اس کی دسترس میں بھی ہو۔لہذا جو بھی یہ دعوا کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے فرامین کی رو سے ائمہ اہل بیتؑ کی پیروی کرتے ہیں ، انھیں صرف دعوؤں کے بجائے اپنی مذہبی تاریخ اور اپنی کتابوں سے اس کا ثبوت دینا ہوگا ۔

یہاں یہ دیکھنے کے لئے کہ ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات اور سیرت کو زیادہ اہمیت دے کر ان کی حفاظت کرنے میں کون لوگ زیادہ کوشاں رہے ہیں اور اس وقت کن کے پاس ان کی تعلیمات کا ذخیرہ موجود ہے ، ہم ان فرقوں کی اہم ترین کتابوں میں ائمہ اہل بیتؑ کے توسط سے نقل شدہ اسلامی تعلیمات کا جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں ۔

جیساکہ صحاح ستہ [چھے اہم کتابیں] میں سے دو اہم کتاب صحیحین [صحیح بخاری اور صحیح مسلم]مسلمانوں کی اکثریت کے نذدیک قرآن مجید کے بعد اسلامی تعلیمات کا سب سے اہم ترین مجموعہ ہے ہم ذیل میں ان کتابوں میں اہل بیتؑ سے منقول روایات کا جائزہ لیتے ہیں۔

صحیح بخاری:۔اس میں موجود روایات کی کل تعداد 7275 و با حذف مکررات 2602 ہیں ۔اس میں پیغمبرؐ کے سب سے اہم شاگرد اور تربیت یافتہ شخصیت یعنی حضرت علیؑ سے رسول پاک کی صرف "۲۹" احادیث [127]نقل ہوئی ہیں۔ مکتب وحی کے پرورش یافتہ جناب فاطمہ ؑ سے چار ، امام حسن مجتبیؑ سے کوئی ایک روایت بھی نقل نہیں ہوئی ہے۔ امام حسینؑ سے صرف ایک روایت نقل ہوئی ہے[128]. انھیں چند احادیث کے علاوہ بخاری نے خود ان اہم اسلامی شخصیات کی سیرت اور تعلیمات کا ایک نمونہ بھی نقل نہیں کیا ہے۔

اسی طرح امام سجادؑسے تین اور امام باقرؑ سے چار روایات اس میں نقل ہوئی ہیں۔ لیکن امام صادقؑ امام موسی کاظمؑ سمیت باقی ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے کوئی حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے [129] ۔

صحیح مسلم:–اس میں موجود روایات کی کل تعداد 7275 و با حذف مکررات 3033ہیں ۔ ابن جوزی کے بقول اس میں امام علیؑ سے 35 روایات نقل ہوئی ہیں[130]۔جناب فاطمہ زھراءؑ سے تین روایات ، امام حسنؑ سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے ۔امام حسینؑ سے ایک روایت، امام سجادؑ سے چار ، امام باقرؑ سے 13 ، امام صادقؑ سے 8 لیکن امام کاظمؑ سمیت باقی ائمہ اہل بیتؑ سے ایک روایت بھی نقل نہیں ہوئی ہے [131]۔

مسلمانوں کی اس اکثریت کے مقابلے میں اہل تشیع خود کو ہی اہل بیتؑ کا حقیقی پیرو کار کہتے ہیں، ان کے پاس نھج‌البلاغه جوکہ امام علیؑ کے کلمات کا مجموعہ ہےاس میں 239 خطبے، 79 خطوط اور480 مختصر کلمات موجود ہیں۔ اسی طرح ان کی چار معتبر کتابوں میں سے صرف اصول کافی میں 16000احادیث ائمہ اہل بیتؑسے نقل ہوئی ہیں، کتب اربعہ [اہل تشیع کے چار اہم کتابوں] میں موجود ہزاروں روایات کے علاوہ ، صحیفه سجادیه“[امام سجادؑ سے منقول دعاؤوں کا مجموعہ] ” عیون اخبار الرضاء“ [خاص کر امام رضاؑ کی تعلیمات کا مجموعہ]” تحف العقول “[رسول اللہ اور ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کا مجموعہ]جیسی اہم ترین کتابیں ان کے پاس موجود ہیں۔

ایک تبصرہ : جیساکہ رسول پاک نے فرمایا تھا :

انا مدينة العلم وعلى بابها فمن أراد البيت فليات الباب [132]۔

میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہے، جو علم [علوم وحیانی اور سنت نبوی] کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ دروازے سے آئے[علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے علوم کے وارثوں کے پاس جائے۔

جیساکہ حق یہی ہے کہ دین کو ان عظیم ہستیوں سے لے کیونکہ یہی رسول اللہ کے سب سے ممتاز شاگرد اور ان کے علوم تک پہنچنے کے اصلی اور قابل اعتماد ترین دروازے ہیں اور آل رسولؐ کو ہی اسلامی تعلیمات کا اصلی ترین منبع اور سرچشمہ سمجھ کر ان کے مذہب و مرام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرئے ۔ اس بنا پر آٹے میں نمک کے برابر بھی ان سے روایت نقل نہ کرنا جہاں ان عظیم ہستیوں کی شان کے خلاف ہے وہاں حضور پاک کے فرامین کو پس پشت ڈالنا بھی ہے اور یہ وہ ناقابل انکار حقیقت هے که اهل بیتؑ کے بار ے واضح قرآن و سنت کے دستورات سے بے توجھی کے نتیجے میں زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ اس قدر امت کو آل رسولؐ کی دینی پیشوائی اور ان کی تعلیمات اور سیرت سےدور کیا گیا کہ حتی آل رسولؐ اور ان کی ذریت کو بھی ائمہ اهل بیتؑکی تعلیمات اور مذہب سے دور رکھا گیا ۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی آنجانے میں بہت سے سادات ائمہ اہل بیتؑکے بجائے دوسروں کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں اور دین کو ان لوگوں سے لیتے ہیں جنہوں نے ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کواہمیت نہیں دی ۔

لہذا اگر کوئی ان عظیم ہستیوں کی تعلیمات سے خالی کتابوں کو ہی قرآن مجید کے بعد اسلامی تعلیمات کا اصلی سرچشمہ قرار دے اور ساتھ یہ دعوی بھی کرے کہ ہم ہی ائمہ اہل بیتؑ کے پیروکار ہیں ، تو ایسے

لوگوں سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی کی پیروی، اس کی تعلیمات اور سیرت پر عمل کرنے کا نام ہے اور معتبر ترین کتابیں آل رسولؑ کی تعلیمات اور سیرت سے خالی ہو تو کیسے ان کتابوں کے ماننے والے خود کو ہی آل رسولؑ کا اطاعت گذار اور پیرو کار کہہ سکتے ہیں ؟

اور کیسے ایسے گروہ کو گمراہ اور جاہل کہہ سکتے ہیں کہ جن کی معتبر ترین کتابیں آل رسولؑ کی تعلیمات سے لبریز ہیں؟

فہرست منابع :

1. ابن ابی جمهور احسائی، محمد بن علی،(م۹۱۰) عوالي اللآلي، سيد الشهداء، قم، 1405 ﻫ

2. ابن ابي الحديد، عز الدين بن هبة الله(م٦٥٦)،شرح نهج البلاغة، دار الكتب العلمية، بيروت ،1998م

3. ابن أبي شيبة، عبد الله بن محمد (م235 ﻫ)، مصنف ابن أبي شيبة،مكتبة الرشد،الرياض، 1409 ﻫ

4. ابن الجوزي، عبد الرحمن بن علي (م597هـ)،تلقيح فهوم أهل الأثر في عيون التاريخ والسير، شركة دار الأرقم ، بيروت 1997م

5. ابن الجوزي، عبد الرحمن بن علي،المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، دار صادر ، بيروت، 1358ﻫ

6. ابن حجر العسقلاني أحمد بن علي(852هـ)، تهذيب التهذيب، دائرة المعارف النظامية، الهند1326هـ

7. ابن حجر العسقلاني، احمد بن علي، المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، داري العاصمة، ،رياض، 1419ﻫ

8. ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، لسان الميزان،مؤسسة الأعلمي ، بيروت، 1986

9. إبن حجر الهيثمي، أحمد بن محمد، الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال ، مؤسسة الرسالة، بيروت ،

10. ابن حنبل، احمد بن حنبل،مسند أحمد بن حنبل (م 241هـ)، عالم الكتب، بيروت، 1998 م

11. ابن زنجويه حميد بن مخلد لأموال لابن زنجويه(المتوفى: 251هـ...بي

12. ابن شعبه حرانى، حسن بن على، تحف العقول - قم، چاپ: دوم، 1404 / 1363ق.

13. ابن قتيبة الدينوري، عبد الله بن مسلم {م276هـ}- الإمامة والسياسة- دار الكتب العلمية- بيروت 418هـ -

14. ابن كثير، إسماعيل بن عمر ، البداية والنهاية ،مكتبة المعارف، بيروت ، بی تا

15. أبو السعادات المبارك بن محمد (م 606هـ) جامع الأصول في أحاديث الرسول، مكتبة الحلواني، 1972 م
16. أبو العباس أحمد بن محمد: وفيات الأعيان - دار صادر – بيروت-الجزء : 1 - الطبعة : 0 ، 1900
17. أبو عيسى ترمذي،محمد بن عيسى(م 279هـ)،سنن الترمذي ، دار إحياء التراث ، بيروت، بی تا
18. أبي عاصم. عمرو الضحاك الشيباني {م 287} السنة -المكتب الإسلامي – بيروت-1400
19. الإشبيلي، أبو محمد عبد الحق(م581هـ) ،الأحكام الشرعية الكبرى، مكتبةالرشد، الرياض،2001م
20. الألباني، محمد ناصر الدين، السلسلة الصحيحة، مكتبة المعارف،الرياض ،بی تا
21. البخاري الجعفي، محمد بن إسماعيل (م 256هـ) ،صحيح البخاري ، دار ابن كثير ، اليمامة ،بيروت 1987
22. البَلَاذُري أحمد بن يحيى (المتوفى: 279هـ) فتوح البلدان دار ومكتبة الهلال- بيروت1988 م
23. البلاذی، احمد بن یحی ،انساب الاشراف ، دار الفكر ،بيروت ،۱۹۹٦م
24. البيهقي، أبو بكر أحمد بن الحسين(م 458 هـ) ،سنن البيهقي الكبرى، مكتبة دار الباز، مكة المكرمة ، 1994م
25. حاكم نيشاپوري، محمد بن عبدالله(م405هـ)،مستدرك علي الصحيحين، دار الكتب العلمية، بيروت، 1990 م
26. الحلبي ،علي بن برهان الدين، (م1044)، السيرة الحلبية في سيرة الأمين المأمون، دار المعرفة، بيروت،1400ھ
27. حلوانی، حسین بن محمد بن حسن بن نصر، نزهة الناظر و تنبيه الخاطر - قم، چاپ: اول، 1408 ق.
28. الحموي ياقوت بن عبد الله معجم البلدان دار الفكر - بيروت
29. الخطيب البغدادي، أحمد بن علي، تاريخ بغداد، بی جا، بی تا
30. دیلمی، حسن بن محمد، إرشاد القلوب / ترجمه طباطبایی - قم، چاپ: پنجم، 1376ش.
31. الذهبی، محمد بن أحمد، (748هـ) تذكرة الحفاظ، دار الكتب العلمية ،بيروت،الطبعة الأولى ،1998م
32. الذهبي، محمد بن أحمد ،تاريخ الإسلام، دار الكتاب العربي، بيروت.، 1987م.
33. الذَهَبي، محمد بن أحمد ،سير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت،1993 م

34. الرازي، فخر الدين محمد بن عمر(م 604)،التفسير الكبير ، دار الكتب العلمية، بيروت،2000م

35. الزمخشري جار الله توفي 583 هـ ربيع الأبرار ونصوص الأخيار الناشر: مؤسسة الأعلمي، بيروت الطبعة: الأولى، 1412 هـ

36. السيوطي ، عبد الرحمن بن أبي بكر (م 911هـ) ، الفتح الكبير في ضم الزيادة دار الفكر، بيروت، 2003م

37. السيوطي عبد الرحمن بن أبي بكر ،الدر المنثور، دار الفكر ، بيروت ، 1993م

38. الشاكري حسين سيرة الامام موسى الكاظم (عليه السلام) نشر الهادي قم : 1417 ه. ق.

39. شريف الرضي، محمد بن حسين، نهج البلاغة (للصبحي صالح) - قم، چاپ: اول، 1414 ق.

40. شيخ حر عاملى، محمد بن حسن، إثبات الهداة بالنصوص و المعجزات - بيروت، چاپ: اول، 1425 ق.

41. شيخ حر عاملى، محمد بن حسن، وسائل الشيعة - قم، چاپ: اول، 1409 ق.

42. الطبراني، سليمان بن أحمد ، المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم ، الموصل،الطبعة الثانية ، 1983م

43. طبرسى فضل بن الحسن ،(م548 ق) إعلام الورى بأعلام الهدى،اسلاميه، تهران، 1390 ش

44. طبرسى، احمد بن على، الإحتجاج على أهل اللجاج (للطبرسي) - مشهد، چاپ: اول، 1403 ق.

45. الطبري، محمد بن جرير ،تاريخ الطبري، دار الكتب العلمية ، بيروت ،الطبعة الأولى ، I1407

46. عياشى،محمد بن مسعود ،(م۳۲۰) تفسير العياشي، چاپخانه علميه تهران، 1380 ه

47. فصلنامه علمي علوم حديث، شماره 3، انتشارات دارالحديث، قم 1376.ش

48. فصلنامه علمى، علوم حديث ،شماره۴۷ ، انتشارات دارالحديث، ، قم ۱۳۸۷

قرآن مجيد:

49. القشيري ، مسلم بن الحجاج (م 261هـ) ،صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي ، بيروت ،بى تا

50. قمى، عباس، سفينة البحار - قم، چاپ: اول، 1414 ق.

51. كشى، محمد بن عمر، رجال الكشي - اختيار معرفة الرجال (مع تعليقات مير داماد)قم، چاپ: اول، 1363 ش.

52. كلينى، محمد بن يعقوب، كافي (ط - دار الحديث) - قم، چاپ: اول، ق1429.

53. متقي الهندي، علي بن حسام الدين (م 975ه) كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، مؤسسة الرسالةبی جا 1981م

54. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار (ط - بيروت) - بيروت، چاپ: دوم، 1403 ق.

55. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، زاد المعاد - مفتاح الجنان - بيروت، چاپ: اول، 1423 ق.

56. المزي يوسف بن الزكي عبدالرحمن [654 - 742] تهذيب الكمال الناشر : مؤسسة الرسالة - بيروت الطبعة : الأولى ، 1400 – 1980

57. الموصلي، أحمد بن علي أبو يعلى (م307ه) ـ،مسند أبي يعلى،دار المأمون للتراث – دمشق،1984

58. نجمی، محمد صادق ، سیری در صحیحین ، دفتر انتشارات ،۱۳۸۳ش

59. النسائي،أحمد بن شعيب، سنن النسائي الكبرى،دار الكتب العلمية ، بيروت،1991

حوالہ جات:

[1]. سبھی ان کی عظمت اور فضیلت کا اعتراف کرتے ھیں: اھل سنت کا ایک مشھور عالم ابوزھرہ امام صادق ؑکے بارے میں لکھتے ہیں : اپنے تمام تر گروھی اختلافات کے باوجود علمائے اسلام کے درمیان امام صادقؑ کے علم و فضل کے بارے اتفاق پایا جاتا ھے. الامام الصادق .ص 66.

امام ابو حنیفه امام صادقؑکے بارے کھا کرتے تھے: کسی کو بھی جعفر بن محمد سے زیادہ فقیه نھیں پایا . تذكرة الحفاظ، ج1 ص166

[2]۔ اصول کافی ، ج ۲ ص ۶۔

[3]۔ اصول کافی : ج 1، ص 316،

[4]۔ امام رضاؑ آپ کے جانشین تھے اور شیعہ انہیں رسول اللہ کا اٹھواں حقیقی جانشین مانتے ہیں ۔ عباسی خلیفہ مامون نے انہیں مدینہ سے خراسان لے آیا اور وہی آپ کو زہر دلا کر شہید کردیا گیا اور آپ ایران کے ایک مشہور شہر مشہد میں دفن ہیں ۔ امام رضاؑ کا مزار آج بھی لاکھوں عاشقان اہل بیتؑ کی زیارت گاہ ہے۔ دنیا کے مختلف کونوں سے آل رسولؑ کے عقیدت مند عقیدت کے پھول نچاور کرنے وہاں جاتے ہیں -

[5]۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی بیٹیوں میں سے سب سے زیادہ شہرت جناب معصومہ قمؑ کو حاصل ہے ۔ آپ نے اپنے والد کی مظلومانہ شہادت اور بھائی امام رضاؑ کی خراسان منتقلی کے بعد ان کی دیدار کے شوق

میں اپنے بہت سے بھائیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ایران کا سفر کیا لیکن راستے میں اہل بیتؑ کے دشمنوں نے ان کے قافلے پر حملہ کیا اور بہت سے سادات کو شہید کر دیا ، اس درد ناک حادثے کے بعد جناب معصومہ نے وہاں سے قم کا رخ کیا کیونکہ قم شروع سے ہی اہل بیتؑ کے دوستوں کا مرکز سمجھا تھا ۔ قم کے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا لیکن اپنے بھائیوں کی شہادت کے غم میں آپ تاب نہ لاسکی اور قم میں ہی آپ کی وفات ہوئی ۔

[6]۔ لایزال الدین قائما حتی یکون اثناعشرخلیفة/ مسند أحمد - ج5 ص 89- المعجم الکبیر - ج2 ص208- ۔ اس سلسلے میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ اہل سنت کے علماء میں ان بارہ کے مصداق کے بارے میں شدید اختلاف ہے ۔ دیکھیں بخاری کی مشہور شرح فتح الباری " کتاب الفتن"بَابُ الِاسْتِخْلَافِ " ۔لیکن اہل تشیع والے اس چیز پر متفق ہیں کہ حضور پاک کے بارہ جانشین سے مراد سب سے پہلے امام علیؑ ،پھر امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور باقی نو امام حسینؑ کی نسل سے ہیں جن میں پہلا امام زین العابدینؑ اور آخری امام مہدیؑ ہیں۔

[7]۔ اصول کافی ، کتاب حجت، ص 241

[8]اصول کافی ، کتاب حجت، ص 243

[9] . لو قرأت ھذا الإسناد علی مجنون لبریء من جنته / الصواعق المحرقة - ج2 ص 595.

[10] . عمدہ الطالب ۔ ص 196 الصواعق المحرقة ۔ ص 203

[11]۔ الصواعق المحرقة (2/ 590)

[12]. شرح نهج البلاغة ۔ ج 15 ص 273

[13]. شذرات الذھب ۔ ج 1 ص 304

[14]۔ مرآت الجنان ، ج 10 ص 394

[15]۔ تھذیب التھذیب ۔ ج 1 ص 399

[16]۔ میزان الاعتدال ۔ ج4 ص201 ۔ 202 رقم 8855:

[17]. میزان الاعتدال ۔ ج 4 ص 204

[18]..نور الأبصار في مناقب آل البيت المختار ، ص148 ۔ 152

[19]۔ النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة، ج2 ص112:

[20]۔ تھذیب التھذیب ۔ ج 1 ص 399 . تاریخ الإسلام (ص: 1418)تاریخ بغداد5/ 463

[21]. تهذیب الکمال (29/ 50)

[22]. مناقب ابن شهر آشوب ، ج 4 ص 297۔ 298

[23]. بحارالانوار، ج 2، ص 108 - 107

[24]. بحارالانوار، ج 2، ص 152.

[25]. سیرأعلام النبلاء (6/ 271)

[26]. مفاتیح الجنان (7/ 2)

[27]. وكان مثل صررموسى بن جعفر۔ / تاريخ بغداد (5/ 463،.

[28]. عمده الطالب ، ص 196

[29].وكان سخياكريما..... ۔سيرأعلامالنبلاء (6/ 271)

[30]. تاریخ بغداد ج 13 ص 27 و فیات الاعیان ۔ ج 5 ص 308

[31]. تاريخ بغداد (5/ 463

[32].هذا يدل على كثرة إعطاءالخلفاء العباسي ينله. .. تاريخ الإسلام للذهبي (3/ 416،

[33].اسی لئے بعض حکومتی کارندے امام کو ان کے پیروکاروں کی طرف سے ملنے والے مالی حقوق کو حکومت کے لئے خطرہ سمجھتے تھے اور حکومت کی طرف سے آپ پر لگائے جانے والے الزامات میں سے ایک یہی مسئلہ تھا ۔ إن الأموال تحمل إليه من المشرق والمغرب ۔مقاتل الطالبيين (ص: 132)

[34]. وكان يلقب الكاظم لأنه كان يحسن إلى من يسيء إليه...الكامل في التاريخ (5/ 320)

[35] . ولد عمر بن الخطاب كان بالمدينة يؤذيه ويشتم عليا / سير أعلام النبلاء 6 / 271 تاريخ بغداد (5/ 463،

[36]. سيرة الامام موسى الكاظم (عليه السلام) (ص: 33)

[37]. عوالی اللئالی : ج 3، ص 200، ح 22.

[38]. اہل سنت کے چار فقہی مکاتب میں سے فقہ حنفی امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے ۔آپ مددت تک امام کاظمؑ کے والد گرامی امام صادقؑ کے شاگرد بھی رہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے مقابلے میں اٹھنے والی تحریکوں میں خاندان نبوت کی حمایت کی اور اسی جرم میں بنی عباس کے زندان میں چل بسے ۔

[39]. دلائل الامامۃ ص 162 نقل از معجزات آل محمد ،بحرانی ، ج 3 ص 246۔247

[40]. ،إعلام الورى : ج 2،ص 29، ،مناقب ابن شهرآشوب : ج 4،ص 314.

[41]. دلائل الامامة ص 164 نقل از معجزات آل محمد ،بحرانی ، ج 3 ص 251۔250۔

[42]. إثبات الهداة بالنصوص و المعجزات / ج4 / 220

[43] ۔ خلاصة شده از کتاب اصول الكافي ؛ ج1 ؛ ص476,بَابُ مَوْلِدِ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَر.

[44]. آل عمران/49.

[45] ۔ ورنہ ہندوستان کے مرتاضوں کا بھی اللہ کا ولی ہونا لازم آئے گا کیونکہ وہ لوگ بھی عجیب و غریب کام انجام دیتے ہیں ۔

[46]. الصواعق المحرقة ۔ ج۱ ص 204 صفةالصفوة (2/ 186)

[47] . ایک فرقه جو امام زین العابدین کے فرزند جناب زید کو امام مانتا ہے.اس فرقہ کے پیرو کار آج بھی یمن اور سعودی عرب میں میں آباد هیں.

[48]. من مات ولم يعرف إمام زمانه مات ميتة جاهلية / طبقات الحنفية ص:457 اللمعات في العقائد لإمام الحرمين الجويني (ص: 12) شرح المقاصد (2/ 275)

[49]. دلائل الامامة ص 168۔169

[50].، قرب الاسناد ص ۱۴۲ معجزات آل محمد۔ج ۳ ۔ ص ۲۷۵

[51]. معجزات آل محمد۔ج ۳ ص ۳۰۰

[52]. اصول کافی کتاب حجت 1 ص 484

[53]. اصول کافی کتاب حجت ج 1 ۷ ص 484

[54]. اصول کافی ، ج ۱ ص 153

[55]. ۔ اصول کافی کتاب حجت، ج ۱ ص 242

[56]. الدر السنية فی رد الوهابية ۔ ج ۴ ص ٦

[57]. تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۲۰ / المنتظم ، ج 9 ص 89

[58]. نور الأبصار في مناقب آل البيت المختار ، ص148 ـ 152

[59]۔ سيرة الامام موسى الكاظم (ص: 23)

[60]- اہل سنت کے چار اعتقادی اور کلامی مکاتب :

اهل‌حدیث = وہ گروہ جو ظواهر کتاب کو لیتے ہیں اور ان میں تعقل اور ان کی تأویل کی مخالفت کرتے ہیں ۔

معتزله= بنی امیہ کا حکمران ، عبدالمالک مروان کے دور میں 60-86 قدریه یا معتزله وجود میں آیا اور اس گروہ نے جبریه [اہل حدیث] کے نظریات کا مقابلہ کیا ، واصل بن عطاء 80-131 نے اس عقیدے کا دفاع – واصل امام صادقؑ اور امام موسی کاظمؑ کے دور میں تھا۔

اشاعره = یہ مکتب کلامي ابوالحسن علی بن اسماعيل اشعری 260-324 سے منسوب ہے اور یہ ائمہ اہل بیتؑ میں سے امام عسكري(232-260) کا ہمعصر تھا۔.

ماتریدیه = یہ مکتب کلامي ،محمد بن محمد محمود ماترويدی متوفی333 سے منسوب ہے ۔

[61]۔ صحيح البخاري أبواب التهجد ، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل

[62]۔ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ {تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ} حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ/ صحيح البخاري كِتَاب الْعِلْمِ, بَاب قَوْلِهِ {وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ}/ صحيح مسلم ,كتاب الجنة وصفة نعيمها .. باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء .

[63]۔ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ/ صحيح البخاري . كِتَاب الْعِلْمِ, بَاب بَدْءِ السَّلَامِ

[64]۔ ما تضارون في رؤية الله تبارك وتعالى يوم القيامة إلا كما تضارون في رؤية أحدهما/صحيح مسلم , كتاب الإيمان, باب معرفة طريق الرؤية.

[65]۔ اصول کافی ، کتاب توحید ، بَابُ الْحَرَكَةِ وَ الِانْتِقَال ، ج ۱ ص 183

[66]. عيون أخبارالرضا (ع) –الشيخ الصدوق (1/ 126)

[67]۔ عیون اخبار الرضاؑ ،ج ۱ ص ۱۰۴۔/ مسند امام کاظمؑ ، ج ۱ ص ۲۶۲

[68] . طبقات الحنابله.ج 2 ص 131. {ظاهری ترجمه}اللہ نے آدم کو اپنی شبیہ خلق کیا هے.

[69] . عيون اخبار الرضا.ج 1 ص 120

[70]۔شرح أصول اعتقادأهل السنةوالجماعة (4/ 658)

[71]۔ مسند امام کاظمؑ ، ج ۱ ص ۲۷۳

[72].جانشین وہ ہوتا ہے جو جس کا جانشین بن رہا ہے اس جیسی بنیادی خصوصیات کا مالک بھی ہو اور اس کی ذمہ داریوں کو ادا بھی کرسکتا ہو ،رسول اللہ کی بنیادی ترین خصوصیات، دین کا ہادی اور پیشوا ہونا ، دینی تعلیمات میں سب سے زیادہ ماہر ہونا ہے ۔لہذا ائمہ اہل بیتؑ، خلافت کے اس معنی کے مطابق رسول اللہ کا حقیقی جانشین ہیں ۔

[73] . رجال کشی. ص 144

[74].[تاریخ فخری۔ ص 221۔ 222]

[75]. سنن ترمذی ح.3769

[76]. المعجم الکبیر . ج 3 ص 43. ح. 2630

[77]۔ استاد جعفر مرتضی کی کتاب الحیاۃ السیاسیہ للامام الحسنؑ ۔ص 34۔35 ملاحظہ کریں ۔

[78]۔ اس دور میں جناب فاطمہؑ کے اولاد کو علوی ہی کہا جاتا تھا ،چاہے نقوی سادات ہو یا کاظمی اور گیلانی وغیرہ۔

[79].سير أعلام النبلاء (11/ 338) تاريخ بغداد (13/ 31) تهذيب الكمال (29/ 49) وفيات الأعيان (5/ 309)

[80]. فتغير وجه الرشيد وقال: هذا الفخر يا أبا الحسن جداً؛ ثم أخذه معه إلى العراق، فحبسه ... الكامل في التاريخ (3/ 101

[81].الصواعق المحرقة ۔ص203 ۔ نور الأبصار في مناقب آل البيت المختار، ص148 ۔ 152: مسند الامام الکاظم ج ۱۔ص 50۔

[82]۔ الاحتجاج، ج2، ص ص:۳۹۱

[83].وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ .. [الحشر: 6] فهي[ای فدک]ممالم يوجف عليه بخيلول اركاب فكانت خالصةلرسول الله،صلى الله عليه وسلم /معجم البلدان (4/ 238) البداية والنهاية (5/ 287)

[84]. لما نزلت هذه الآية وآت ذي القربى حقه دعا رسول الله صلىالله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك / تفسير ابن كثير (5/ 68) الدر المنثور (5/ 273)/ فتح القدير (3/ 224) المطالب العالية (3/ 488) المقصد العلي في زوائد (3/ 19) مسند أبي يعلى (2/ 534)

[85]. ادعت رضي الله تعالى عنهاأن النبيصلى الله عليه وسلم أعطاهافدكا / السيرةالحلبية (3/ 487)

إن رسول الله صلى ا لله علي هوسلم جعل لي فدكف أعطني إياها/ معجم البلدان (4/ 239)فتوح البلدان (1/ 35)

لہذا جناب فاطمہؑ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ فدک کو ان سے چھین لیا گیا ہے اسی لئے آپ نے جب خلیفہ سے اس کا مطالبہ کیا اور جب ان کا مطالبہ منظور نہیں ہوا تو آپ نے ان سے قطع تعلق کیا اور آخری عمر تک خلیفہ بات نہیں کی ، جنازے میں دوسروں کو شرکت کی اجازت نہیں دی اور نمازجنازہ خلیفہ کو اطلاع دئے بغیر علی ابن ابی طالبؑ نے ادا کی ، ملاحظہ کریں ۔صحیح البخاری کتاب ، المغازی باب غَزْوَةُ خَيْبَرَ , / صحيح مسلم ،كتاب الجهاد والسير ,باب قول النبي صلى الله عليه و سلم (لا نورث ما تركنا فهو صدقة.

[86]۔وشهد لها علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، فسألها شاهدا آخر فشهدت لها أمّ أيمن مولاة النبي، صلّى الله عليه وسلّم: ۔

معجم البلدان (4/ 239)السيرة الحلبية (3/ 487)فتوح البلدان (1/ 35)

[87]۔ كتب لها بفدك ودخل عليه عمررضى الله تعالى عنه فقال ما هذا فقال كتاب كتبته فاطمه بميراثها من ابيها فقال مماذا تنفق على المسلمين وقد حار بتك العرب كما ترى ثم احذ عمر الكتاب فشقه ۔ السيرة الحلبية (3/ 488)

[88]۔سيرة الامام موسى الكاظم (عليه السلام) (ص: 33)

[89] .ربيع الأبرار ونصوص الأخبار،ج1 ص315 ۔ 316

[90] بَلَى كَانَتْ فِي ايْدِينَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا اظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفُوسُ قَوْمٍ آخَرِينَ، ۔۔۔ نهج البلاغه (خط 45/

جیساکہ خلیفہ دوم سے اس کام کی توجیہ میں نقل ہوا ہے ۔فقال مماذا تنفق على المسلمين وقد حار بتك العرب كما ترى ثم احذ عمر الكتاب فشقه / السيرة الحلبية (3/ 488)

اہل سنت کا ایک عالم ابن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے : میں نے اپنے استاد سے سوال کیا : کیا فاطمہ اپنے اس دعوے میں سچی تھی ؟ جواب دیا: ہاں، تو میں نے کہا پھر کیوں انہیں واپس نہیں کی گئی۔ تو انہوں نے ہنس کر کہا : اگر ایسا کرتا تو دوسرے دن وہ خلافت کا مطالبہ کرنے آتی۔ شرح نهج البلاغة - ابن ابي الحديد (ص: 4686)

[91]۔وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى۔۔۔۔ [الأنفال: 41]

واعلم أنهم أجمعوا على أن المراد من قوله : { وَلِذِي القربى } بنو هاشم وبنو المطلب۔ تفسير الرازي (15/ 298،)

وَسَهْمٌ لِذِي الْقُرْبَى، قَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ/ الأموال لابن زنجويه (1/ 99) تاريخ المدينة (2/ 651) سنن البيهقى (2/ 278) سنن النسائي (13/ 23)

[92]۔ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَقْسِمُ الْخُمُسَ نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ...مسند أحمد (4/ 83)

أَنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا وَابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمْ سَأَلُوا عَلِيًّا رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُ نَصِيبَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ فَقَالَ : هُوَ لَكُمْ حَقٌّ وَلَكِنِّى مُحَارِبٌ مُعَاوِيَةَ فَإِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُمْ حَقَّكُمْ مِنْهُ/ سنن البيهقى (2/ 65)

[93].وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ.. صحيح البخارى كتاب ، المغازى باب غَزْوَةُ خَيْبَرَ./ صحيح مسلم ،كتاب الجهاد والسير ,باب قول النبي لا نورث ما ..

[94]. قَالَ لِي هَارُونُ أَ تَقُولُونَ إِنَ الْخُمُسَ لَكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّهُ لِكَثِيرٌ قَالَ قُلْتُ إِنَّ الَّذِي أَعْطَانَاهُ عَلِمَ أَنَّهُ لَنَا غَيْرُ كَثِيرٍ/ بحار الأنوار ؛ ج93 ؛ ص188

[95]. وَ إِنَّمَا جَعَلَ اللَّهُ هَذَا الْخُمُسَ خَاصَّةً لَهُمْ .. عِوَضاً لَهُمْ مِنْ صَدَقَاتِ النَّاسِ ..... فَجَعَلَ لَهُمْ خَاصَّةً مِنْ عِنْدِهِ مَا يُغْنِيهِمْ بِهِ عَنْ أَنْ يُصَيِّرَهُمْ فِي مَوْضِعِ الذُّلِّ وَ الْمَسْكَنَة / اصول الكافي ج1 ؛ ص540 .

[96]- المعجم الكبير - ج 5 ص 154- مسند أحمد - ج44 ص 134- مصنف ابن أبي شيبة - ج11 ص452۔

[97]- سنن الترمذي - ج5 ص663- ا اللالكائي ،هبة لله بن الحسن الفتح الكبير - ج1 ص 418 -

- الإشبيلي ، ، الأحكام الشرعية الكبرى- ج4 ص460- الصواعق المحرقة - ج2 ص 438-

تفسير ابن كثير - ج12 ص 273- الدر المنثور ج7 ص 349

[98] .اصول کافی ج 1 ص 179 ح 9.

[99] . مستدرك الوسائل : ج 17، ص 278، ح 35.

[100]۔ بحارالا نوار: ج 2، ص 66، ح 6.

[101] ۔ خاص موقعوں پر دشمن کے شر سے جان ومال کی حفاظت کے لئے اپنے باطنی عقیدے کو چھپا نے کو تقیہ کہا جاتا ہے اور یہ قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے {مَنْ کَفَرَ بِااللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیمَانِہِ اِلاَّ مَنْ ُکْرِہَ وَقَلْبُہُ مُطْمَئِنّ بِالْایمَانِ۔۔(سورہ نحل آیت:106) مفسرین نے اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے :ایک دن کفار نے جناب عمار ابن یاسر کو ان کے ماں باپ کے ہمراہ گرفتار کرلیا۔ اس وقت جناب عمار نے اپنے باطنی عقیدے کے برخلاف تقیہ اختیار کرکے ظاہری طور پر کفر کے کلمات اپنی زبان پر جاری کیا تو کفار نے انہیں چھوڑ دیا پھر جناب عمار انتہائی پریشانی کے عالم میں رسول خدا کی خدمت میں پہنچے تو آنحضرت نے انہیں تسلی دی اور پھر اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی . اس آیت اور اس کی تفسیر سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ پیغمبرخدا کے زمانے میں اصحاب بھی جان ومال کی حفاظت کے لئے اپنے باطنی عقیدے کو چھپا کر تقیہ کرتے تھے.) خلاصہ : دشمن کے شر سے بچنے کے لئے ظاہری طور پر کفر یا باطل کا اظہار + ایمان باطنی = تقیہ ۔[سورہ آل عمران آیت: ۲۸]

تقیہ اور منافقت میں فرق ؛ منافقت میں کفر اور باطل کو چھپایا جاتا ہے ۔ برخلاف تقیہ کے جس میں ایمان اور حق کو چھپایا جاتا ہے ۔ کفر باطنی+ ایمان ظاہری = نفاق [سورہ بقرہ آیہ 14]

[102] بحار الانوار . ج 48. ص 136 .

[103] . رجال کشی. ص .433.

[104] . ارشاد.ص 274/275

[105]۔ عیون الاخبارالرضا۔ج 1 ص 79

[106]۔ البدایۃوالنهاية (10/ 197) المنتظم (8/ 257)تاريخ ابن الوردي (1/ 198)تاريخ بغداد (5/ 464،

[107]۔وفيات الأعيان (5/ 309)

[108]۔ وفيات الأعيان (5/ 309) مرآة الجنان (1/ 180۔ شذرات الذهب (2/ 378)مروج الذهب (2/ 2،

[109]۔ فأمر بالفضل فجرد ثم ضربه مائة سوط./ مقاتل الطالبيين (ص: 132،

[110] .دیکھیں رسول جعفریان کی کتاب ، ائمہ اہل بیت کی فکری اور سیاسی زندگی۔ص 398۔399

[111]۔ شذرات الذهب (1/ 304)تاريخ بغداد (13/ 31) سير أعلام النبلاء .11/ 338)

[112]۔ جیساکہ اہل تشیع کی معتبر حدیثی اور عقائدی کتابیں اس پر شاہد ہے ۔

[113]۔[إِنَّهُ لَنْ يَنْقَضِيَ عَنِّي يَوْمٌ مِنَ البَلاَءِ، إِلاَّ انْقَضَى عَنْكَ مَعَهُ يَوْمٌ مِنَ الرَّخَاءِ، حَتَّى نُفضِيَ جَمِيْعاً إِلَى يَوْمٍ لَيْسَ لَهُ انْقِضَاءٌ، يَخسَرُ فِيْهِ المُبْطِلُوْنَ/ الكامل في التاريخ (5/ 320)المنتظم (3/ 147) تاريخ الإسلام للإمام الذهبي (12/ 418)تاريخ بغداد (5/ 465۔

[114]- أنساب الأشراف [2 /119] الامامة والسياسة - ابن قتيبة الدينوري، [1 /281]

[115]- قال:من رأى سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله ناكثاً لعهد الله مخالفاً لسنة. الكامل في التاريخ [2 /165] تاريخ الطبري [3 /307]أنساب الأشراف [1 /414]

[116] -.. أيهاالناس إني تارك فيكم ماإن أخذتم به لن تضلوا بعدي.. سنن الترمذي - ج5 ص663- مسند أحمد بن حنبل [3 /59] السلسلة الصحيحة [4 /260]

[117].’ آپ کہہ دیجئےکہ میں تم سےاس تبلیغ رسالت کاکوئی اجرنہیں چاہتاعلاوہ اسکےکہ
میرےاقرباءسےمحبت کرو {شوری،23}: وَأَحِبُّوا أهل بيتي بحبى.ترجمه: مجھ سے محبت کی وجہ سے میری اھل بیتؑ سے محبت کرو سنن الترمذی [12 /260]. المعجم الكبير [3 /46] جامع الأصول في أحاديث الرسول [9

[154/

[118] -. فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ ... قَالَ . قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ .... صحيح مسلم [2 /373] المعجم الكبير [5 /218]

[119]-الصواعق المحرقة [2 /435]

[120]-حرمت الجنة على من ظلم أهل وآذاني في عترتي ـ الجامع لأحكام القرآن [16 /22]الكشاف [6 /191]

و الذي نفس بيده لا يبغضنا أهل البيت أحد إلاأدخله الله النار / المستدرك على الصحيحين [3 /162] 2488 صحيح -السلسلة الصحيحة - البانى- [5 /643]

- نظر النبي صلى الله عليه و اله و سلم إلى علي و فاطمة و الحسن و الحسين فقال : أنا حرب لمن حاربكم و سلم لمن سالمكم -مسند أحمد [15 /436] المعجم الكبير [5 /184]

[121]-المعجم الكبير -ج 3 ص۶۶ -65- الصواعق المحرقة - ج2 ص 653-

[122]-- نهج البلاغه خطبه،۹۷

[123] . تفسير عياشى ، ج ۱ ص ، ۸۶

[124]-اصول كافى ج ۱ ص ۳۹۹

[125]-اصول كافى - ج ۱ ص ۴۷۸

[126]. دلائل الامامه، ص ۱۰۴

[127]- ابن‌جوزى، تلقيح فهوم اهل‌الاثر، ص287

[128] مجلة علوم حديث، شماره47، ص۱۵۰-۱۷۸.

[129]- سيرى در صحيحين، ص133 مجلة علوم حديث، شماره47، ص۱۵۰-۱۷۸.

[130]- ابن‌جوزى، تلقيح فهوم اهل‌الاثر، ص287

[131]- مجلة علوم حديث، شماره47، ص۱۵۰-۱۷۸

[132]- المستدرك على الصحيحين - ج3 ص 137- المعجم الكبير - ج11 ص65 - تاريخ بغداد - ج2 ص 377- الرياض النضرة –ج 1 ص265